دینی، اصلاحی، علمی تصوّف و سلوک کا واحد مجلّہ

جلد ــــــ ۵
شمارہ ــــــ ۱۲
ستمبر ۱۹۸۴ء
ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ

ماہنامہ المرشد چکوال (جہلم)

بانی

حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرست

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

مدیر مسئول

حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی اسلامیات)

مجلس ادارت اعزازی

پروفیسر بنیاد حسین نقوی بی۔ اے آنرز، ایم۔ اے

پروفیسر باغ حسین کمال۔ ایم۔ اے

برائے رابطہ

دارالعرفان منارہ ضلع جہلم

مدنی کتب خانہ گنپت روڈ۔ لاہور

بدل اشتراک:

سالانہ: ۔/۴۵ روپے ششماہی: ۔/۲۵ روپے۔ فی پرچہ: ۴ روپے

مشرقِ وسطیٰ کیلئے سالانہ ۔/۱۲۰ روپے۔ یورپ ۔/۱۴۰ لیبیا ۔/۱۵۰ امریکہ ۔/۱۶۰

فہرست مضامین

اداریہ:	۲ تا ۴
درسِ قرآن:	۵ تا ۱۴
باتیں اُن کی:	۱۵ تا ۱۶
ارشاد السالکین	۱۷ تا ۲۰
تزکیۂ نفس	۲۱ تا ۲۳
سلسلہ کا نظم و نسق	۲۴ تا ۳۲
خطاب مرشد آباد	۳۳ تا ۳۹
کارواں منزل بہ منزل	۴۰ تا ۴۳
پیغام بیت اللہ	۴۴ تا ۴۷

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹر اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل چکوال ضلع جہلم سے شائع کیا۔

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

اداریہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

توفرمودی رہِ بطحا گرفتیم
وگرنہ منزلِ ماجز توکس نیست

انسانیت کی معراج کا نام عبدیت ہے۔ اور کمال عبدیت یہ ہے کہ انسان کے قلب کا تعلق اپنے رب کے ساتھ اس نوعیت کا ہو کہ وہ زبان حال اور زبان قال سے یہ کہہ اٹھے کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

یعنی میری اطاعتیں میری عبادتیں میرا مرنا اور جینا صرف اس اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اور مجھے یہی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس حکم کو تسلیم کرنے میں مجھے سب سے سبقت لینا ہے۔

اس تعلق کی بنیاد کوئی مجبوری یا مفاد نہ ہو بلکہ عقیدت اور محبت ہو جس کی طرف خالق انسان نے اپنی آخری کتاب میں اشارہ فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ یعنی جس شخص کا دعویٰ یہ ہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں، اس دعویٰ کا ثبوت یا ایمان کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دل میں سب سے بڑھ کے اللہ کے ساتھ محبت ہوگی۔

دل میں اس کیفیت کا پیدا ہونا بڑے جان جوکھوں کا کام ہے اسلام نے اس مقصد کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد اور کوشش پیہم کا ایک نصاب مقرر کیا ہے ایک مشق کرنے کا حکم دیا ہے جس کا نام عبادت ہے۔ یعنی عبادت ہی دراصل عبودیت کے مقام پر پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ عبادت کوئی بیگار نہیں بلکہ انسان بننے اور انسانیت کی معراج تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ عبادت کی کئی صورتیں ہیں کیونکہ انسان کی تربیت کے بھی کئی پہلو مثلاً پہلی عبادت اور بنیادی عبادت روزانہ پانچ وقت کی نماز ہے یہ اس امر کی مشق ہے کہ انسان کو اللہ تعالٰی کے حکم کی تعمیل کے لئے۔ اپنے آرام۔ اپنے مشاغل اور اپنے اوقات کی قربانی کرنے کا سلیقہ آجائے اور ایسا کرتے کرتے یہ قربانی اس کے لئے سہل ہونے لگے حتیٰ کہ اس کے دل میں اس قربانی کرنے کا شوق اتنا بڑھ جائے کہ اس کے بغیر رہ نہ سکے۔ دوسری عبادت زکوٰۃ ہے۔ اور ان دونوں کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں تقریباً ہر جگہ ان دونوں عبادتوں کا یکجا ذکر کیا ہے۔ اسی لئے نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو جمع کیا ہے انہیں جدا نہ کرو۔ یعنی یہ نہ کرنا کہ نماز تو پڑھ لیں گے زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ میں جس قبیلہ نے سب سے پہلے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی یعنی دینے سے انکار کر دیا مسلمانوں کے حکمران نے اس قبیلہ کے خلاف بالکل اسی طرح اور اسی جذبے سے جہاد کیا جیسا کفار کے خلاف جہاد کیا جاتا تھا۔ خلیفہ رسول نے یہ نہیں کیا کہ اچھا جو دے اس کا بھی بھلا اور جو نہ دے اس کا بھی بھلا کیونکہ یہ تو بھیک مانگنے کی صورت ہے۔ اور جو لوگ ایمان کے مدعی ہیں، ان پر اللہ تعالےٰ کا قانون لاگو کرنا اور قوت سے لاگو کرنا اسلامی حکمران کے فرائض میں داخل ہے جس طرح ایک شخص فوج میں بھرتی ہو جائے تو ARI کی پابندی کرنا بھرتی ہونے والے کی مرضی پر نہیں ہوگا۔ بلکہ بزور اس سے ARI کی پابندی کرائی جائے گی اس کا تعلق خواہ یونیفارم پہننے سے ہو یا پریڈ کرنے سے ہو۔ ہاں اگر فوج میں بھرتی نہ ہو تو اس کے لئے ARI کی پابندی لازمی نہیں۔

تو یہ عبادت کیا ہے سال گذر جانے کے بعد اپنی فالتو دولت کا ۲½ فیصد ان لوگوں کے حوالے کرنا جو کسی مجبوری کی وجہ سے کچھ کما نہیں سکے۔ یہ عبادت اس امر کی مشق ہے کہ انسان کو اللہ کے حکم کی تعمیل کے سلسلے میں مال کی قربانی کرنے کا سلیقہ آ جائے اور عادت بن جائے۔ اور یہ وصف ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ جائے کہ ۲½ فیصد مال دینے کی طبیعت سیر نہ ہو بلکہ حالت یہ جا ہوئے کہ ے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

تیسری عبادت سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے ہیں۔ یہ اس امر کی مشق ہے کہ انسان کو اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے کا ڈھنگ آ جائے یوں تو خواہشات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ اس کا کوئی حدود اربعہ بیان نہیں کیا جا سکتا مگر بنیادی خواہشات صرف دو ہیں کھانے پینے کا چسکا اور جنسی میلان۔ باقی سب خواہشات انہی دو کے تابع ہیں اس لئے ایک مہینہ مسلسل ایک خاص وقت کے لئے ان خواہشات پہ پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے۔

چوتھی عبادت حج بیت اللہ ہے۔ یعنی عمر بھر میں ایک مرتبہ اس مقام کی تسر کی آنکھوں سے دیکھنا جہاں سے اسلام کی کرنیں پھوٹیں۔ وِلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ البَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً۔ اور انسان کی نفسیات کا یہ تقاضا ہے کہ مہمات امور کے آغاز کو دیکھ کر اس کے انجام اور تکمیل کو دیکھنے کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کی نفسیات اور اس فطری داعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرما دیا کہ جو حج بیت اللہ کو آئے وہ اسلام کی تکمیل کے مقام کی زیارت بھی کرے۔ کیا حکمت رکھی ہے اس میں کہ مدینہ طیبہ کی زیارت گویا انسان کے فطری داعیہ کی تسکین کی ایک صورت ہے مگر تعمیل حکم کا ثواب مفت میں مل گیا۔

حج بیت اللہ وہ عبادت ہے جو ساری عبادات کا مجموعہ ہے تمام قربانیوں کی مجموعی صورت ہے ہر قسم کے مجاہدہ

اور مشق کی تدبیر ہے۔ اس میں وقت کی قربانی، کاروبار اور مشاغل کی قربانی۔ گھر بار اور ماحول کی جدائی۔ آرام و راحت کی قربانی مال و دولت کی قربانی غرض ہر قربانی موجود ہے۔ پھر لطف یہ کہ ہر قربانی میں محبت کی والہانہ کیفیت سمودی گئی ہے میقات پر پہنچ کر اپنی پسند کا لباس بدلنا پڑتا ہے اور سب زائرین کو دو سفید ان سلی چادریں اپنا لباس بنانا پڑتی ہیں اور ننگے سر کتنی بڑی قربانی ہے اور کیسی محبت کی ادا ہے۔ پھر اس لباس میں دیوانہ وار لبیک اللھم لبیک کی صدائیں فضا میں گونجنے لگتی ہیں۔ بیت اللہ میں داخل ہوتے ہی دیوانہ وار اس کے گرد گھومنا بھی محبت کی ایک ادا ہے پھر طواف ختم کرکے ملتزم کے ساتھ لپٹ جانا اور بے اختیار رونا چیخنا چلانا۔ فرط محبت کے سوا کیا ہے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانا کہیں چلنا کہیں دوڑنا۔ محبت ہی کی یادگار اور محبت ہی کی ادا ہے۔ غرض تمام مناسک حج قربانی اور محبت کے حسین امتزاج کی مختلف شکلیں ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں یہ موقع ملا اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو وہاں سے لوٹے مگر ان کی سوچ ان کے قلب اور ان کی عملی زندگی میں کوئی خوشگوار تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اور ان کی محرومی کا کوئی ٹھکانا نہیں جنہوں نے محبت کے اس سفر کو پکنک کے طور پر اختیار کیا۔

غوطے تو لگائے زمزم میں اور غرق ہیں حبِّ دنیا میں
پانی نے بدن کو پاک کیا اب جان کو طاہر کون کرے!

اللھم ارنا الحق حقًّا وارزقنا اتباعہٗ
وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

مدیر

شعر

غنی کر دیا مجھ کو تیرے در کی گدائی نے
طلب کرتا ہوں لیکن ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

درسِ قرآن

حضرت مولانا ملک محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر ...... ولو امن اھل الکتاب کان خیرا لھم ..... ذالک بما ..... یعتدون ہ

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس خداوند کریم نے بحیثیت اُمت بحیثیتِ جماعت آقائے نامدار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اُمت کو بہترین امت قرار دیا ہے۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ایک ایسی معتدل جماعت جس کے تمام ارکان میں کہیں تشدد نہیں پایا جاتا۔ نہ تو کوئی ایسی کٹھن محنت نفوس انسانی پہ ڈالی گئی ہے جو خلافِ مزاجِ انسانی ہو اور نہ کہیں عبادات میں اس طرح کی کمی رہ گئی ہے کہ انسان اس کی وجہ سے کہیں کمالِ انسانیت کو پانے سے محروم رہ جائے۔ نہ تو ایسی عبادات فرض کی گئی ہیں جن میں نری مشقت ہو اور نہ طاعت و عبادات میں کسی طرح کی کمی رہنے دی گئی ہے۔ پھر چونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس خیر رُسل ہے جس قدر انعامات ذاتِ باری نے نوعِ انسانی کے لئے مقدر فرما دیئے تھے بیک وقت سارے انعامات اگر عطا کئے گئے تو ذات اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے طفیل آپؐ کی اُمت کو بھی یہ بات نصیب ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کہ میں نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔ اتمام نعمت اِتنی بڑی بات ہے کہ جس کی حدود کی تعین نہیں کی جا سکتی۔ اسی اتمام نعمت میں اسی نسبت میں جو اُمت کو آقائے نامدار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہے اِسی نسبت میں اس اُمت کو خیر اُمّت بنا دیا کہ تمام اُمتوں میں سے بحیثیت اُمت افضل ترین اُمت ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اخرجت للناس کہ تمہیں یہ شرف خیر اُمّت کا اس لئے نصیب ہوا کہ تم وہ لوگ ہو جو صرف اپنی ذات کے لئے زندہ نہیں رہتے بلکہ تمہارا وجود نسلِ انسانی کی فلاح اور بہتری کے لئے ہے۔ اخرجت للناس نوعِ انسانی کے لئے تمہیں نوازا گیا ہے۔ تمہیں یہ شرف بخشا گیا ہے۔ تمہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نسبت بخشی گئی ہے اس لئے کہ تم حضورؐ کے ارشادات میں کلی طور پر فنا ہو کر نسلِ انسانی کے لئے اپنے طور اور اپنے عمل سے اپنی زندگی سے اپنے کردار سے ایک نمونہ بن جاؤ کہ لوگ تمہیں دیکھ دیکھ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اللہ کے رسولؐ سے حصولِ فیض کریں تو گویا نسلِ انسانی کی بہتری چاہنا نوعِ انسانی

کو اللہ کے غضب سے بچانا اور پوری انسانیت کو عافیت کا راستہ دکھانا من حیث الامت ساری امت پہ واجب ہے۔ یوں تو نیکی کی تبلیغ تو روزِ اوّل سے جاری ہے۔ انبیاء تو مبعوث ہی اسی مقصد کے لئے ہوتے تھے لیکن متبعین پر بھی یہ بات ضروری تھی کہ اللہ کے احکام کو دوسروں تک پہنچائیں لیکن اِس اُمت کو ایک خصوصی فضیلت عطا کی گئی ہے اور وہ تھی فرضیتِ جہاد۔ یہ صرف اکیلی امت ہے جسے یہ انعام عطا ہوا۔ تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کہ تم نیکی کا حکم بھی دیتے ہو اور بدی سے روکتے بھی ہو یعنی عملاً بھی اِس اُمت کو خداوندِ عالم نے یہ شرف بخشا کہ روئے زمین پر سے برائی کو بدی کو جہاد کر کے ختم کرے اور نسلِ انسانی کو نیکی اور فلاح کے راستے کی طرف دعوت دے اور یہی وہ فریضہ تھا جسے لیکر خادمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم روئے زمین پر پھیل گئے۔ ظلم کسی پہ ہندوستان میں ہوتا ہے تو وہ جزیرۃ العرب سے اُٹھ کر اُس کی دادرسی پہ پہنچتے ہیں۔ کسی پہ رومن ایمپائر زیادتی کرتی ہے اُس زیادتی کرنے والے ہاتھ کو عرب کے صحرانشیں اُٹھ کر روکتے ہیں۔ کسی پہ ایران و فارس میں ظلم ہوتا ہے۔ کسی پہ بربر و افریقہ میں ظلم ہوتا تو وہ نفوسِ قدسی بغیر اس کے کہ اُسے اپنے دین پر آنے پہ مجبور کریں بغیر اس کے کہ اُس مخلوق کو اُن لوگوں کو یا اُس قوم کو مسلمان ہونے پہ بجبر و اکراہ مجبور کریں بحیثیت انسان اُن سے اُن کی تکالیف کو دفع کرنے کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور دنیا کی کوئی قوم تاریخی اعتبار سے بھی یہ نظیر پیش نہیں کر سکتی کہ کسی قوم نے دنیا پہ فتح حاصل کی ہو اور پھر اُن لوگوں کو عزت و آبرو کے ساتھ اپنی پسند اپنے عقیدے اپنے نظریے کے مطابق زندہ رہنے کا حق بخشا ہو سوائے اسلامی فتوحات کے سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس یہ بات بھی نہیں ہے کہ فاتح نے ظالم کا ہاتھ روکا ہو اور مظلوم کی حمایت کی ہو بلکہ فاتحین جہاں جہاں پہنچے وہ خود دوسروں سے بڑھکر ظلم کرنے والے ثابت ہوئے سوائے مسلمانوں کے کہ مسلمانوں کی افواج معلوم دنیا کے تین حصے فتح کر چکی تھیں اور پوری تاریخ میں کہیں کسی ایک عورت کی چیخ سنائی نہیں دیتی کہیں کسی ایک بچے کی رونے کی آواز نہیں آتی کہیں کوئی بوڑھا فریاد کناں نظر نہیں آتا کہیں کوئی رئیس نظر نہیں آتا جو کہے میرا مال لوٹ لیا گیا ہے اور کہیں کوئی زمیندار نظر نہیں آتا کہ جو دعویٰ کرے کہ لشکرِ اسلامی نے میرے فصل یا میرے کھیت اُجاڑ دیئے اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ لشکرِ اسلام کے ایک ایک سپاہی کا دامن کسی بھی طرح کی فریاد یا تہمت یا الزام سے پاک ہو باوجود اِس کے کہ اتنی عظیم فتوحات لشکرِ اسلامی نے حاصل کیں۔ تو یہ اِس لئے ہے کہ یہ لوگ لوگوں کو زیرِ تسلّط کرنے کے لئے نہیں محض اپنی حکومت کی حدیں بڑھانے کے لئے نہیں یا محض عرب کو عجم پر غالب کرنے کے لئے نہیں بلکہ نسلِ انسانی کو جبر و استبداد سے ظلم سے نجات دلا کر پھر اُنہیں اُن کی پسند پر چھوڑ دینے کے لئے کہ اب اگر تم چاہو تو اللہ کی اطاعت کر لو اگر نہ کرنا چاہو تو دنیا میں جو حقوق بحیثیتِ انسان تجھے دیئے گئے ہیں وہ تمہیں حاصل ہیں۔ اگر اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اُس کا مواخذہ تم سے وہ کرے گا جب تم اُس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور پوری انسانی تاریخ میں یہ فراخدلی

اور یہ عظمت کہیں نظر نہیں آتی۔

زمانہ اور اِس کے اثرات وارد ہونے کے اعتبار سے بڑے سُست ہوتے ہیں معکوس نہیں ہوتے لیکن جو نقش ثبت کرتے ہیں وہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ اُسے مٹانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک یہ مصیبت در آئی ہے کہ دین پر رواج کو مقدم کر دیا گیا ہے اور یہی وہ مصیبت تھی جس کو مٹانے کے لئے اللہ کریم نے اِس اُمت کو خیر اُمت کہا ہے۔ اُممِ سابقہ کی تباہی اور ذلت اور رسوائی کا سبب یہ ہوا تھا آپ پوری تفاسیر کو دیکھیں تو قدرِ مشترک اُن میں یہ نظر آئے گی کہ جو رسم یا رواج کہیں پڑ گیا اُس رواج پر تو لوگوں نے جانیں لڑا دیں لیکن احکامِ الٰہی کو فرائض سنن اور واجبات کو چھوڑ بیٹھے۔ ہماری مصیبت بھی یہ ہے کہ ہمارے اِس دور میں بھی اگر معتبر ہیں تو وہ رسومات کسی کا معیار محض علاقے تک ہے تو اُس کی تمام زندگی پہ علاقائی رسومات کی چھاپ ہے کہ جینے مرنے پر اُسکی شادی بیاہ پر اگر کسی کا معیار ذرا بلند ہے تو اُس پر کسی نہ کسی غیر قوم کے رواج اور رسومات کی چھاپ لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ دین ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے حالانکہ اِس اُمت کا خیر اُمت ہونا ہی اِس لئے تھا کہ رسومات کو مٹا کر احکامِ الٰہی اور سُنتِ خیر الانام کو جاری کیا جائے اور اِس طرح سے جاری کیا جائے کہ یہ خود اِس طرح سُنت پر عامل ہو اور سُنت کی برکات اِن کے وجود سے اِس طرح ظاہر ہوں کہ دوسرا دیکھنے والا انسان بھی یہ چاہے کہ مَیں کیوں نہ یہ طرزِ حیات اپناؤں جس میں سراسر راحت سراسر آبرو اور سراسر آرام ہی آرام ہے۔ ہمارے ہاں حال یہ ہے کہ آپ دنیوی اُمور کو تو چھوڑیں دینی امور میں دیکھ لیں۔ ایک صاحبِ دل نے تبلیغ کی بنیاد رکھی۔ کسی بھی تحریک میں جان جو ہوتی ہے وہ اُس تحریک کے بنانے والے کا جذبہ ہوتا ہے اور اُس شخص کے جذبے کو داد دیں کہ کسی ایک دل نے تڑپ کر پوری دنیا کو تڑپا دیا۔ ایک شخص کے قدم اُٹھانے پر لاکھوں اور کروڑوں لوگ تبلیغ کے مشن میں لگ گئے اور قریہ قریہ بستی بستی مُلک مُلک اللہ کے پیغام کو لیکر کس طرح پھر رہے ہیں۔ اُس شخص کو دنیا سے گئے ہوئے زمانہ بیت گیا لیکن اُس کا وہ جذبہ اُس کا وہ درد جو اُس کے دل میں تھا وہ ابھی تک لوگوں کے دلوں کو تڑپا رہا ہے۔ یہاں تک تو بات تھی جس شخص نے بنیاد رکھی احیائے دین کے لئے اُس نے اُس کا ایک معیار بنا دیا کہ چونکہ یہ کام صرف علماء نہیں کرینگے ہر شخص خواہ وہ عالم ہے یا جاہل خواہ وہ شہری ہے یا بدوی خواہ دیہاتی ہے اَن پڑھ ہے یا چرواہا جو بھی ہے چونکہ سب اِس کام کو اُٹھا کر نکلیں گے تو انہوں نے پانچ چھ بنیادی چیزیں متعین کر دیں کہ اِس سے آگے نہ بڑھیئے گا چونکہ اِس سے آگے کا علم تو ہر شخص کے پاس نہیں ہو گا تو یہ پانچ یا چھ چیزیں ضرور دہراتے رہیئے گا۔ اِس سے اُن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اِن چھ سے آگے جو بات ہے وہ پوری اُمت چھوڑ ہی دے بلکہ اُن کا مشن یہ تھا کہ جو اِس تبلیغی مشن کے ساتھ ملکر نکلیں وہ اُن چھ باتوں سے آگے اُس وقت تک نہ بڑھیں جب تک وہ اُس سے زیادہ کا علم نہ رکھتے ہوں۔ تأمرون بالمعروف تک رہیں تنہون عن المنکر کے لئے ایک خاص علمی قوت چاہیئے۔ تو یہ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اُن کی نیّت

میں اخلاص تھا۔ اُن کے کردار میں حسن تھا لیکن اس زمانہ کو کیا کہیئے کہ اب آکر بات یہاں تک پہنچی کہ اب اگر کوئی اِن چھ باتوں سے بڑھ کر کوئی ساتواں کلمہ بھی کہہ دے اُسے وہ لوگ بھی مسلمان نہیں کہتے حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ بالکل پرائمری کام تھا ابتدائی کام تھا جو وہ کر رہے تھے اور اگر کوئی اُس سے بھی بڑھ کر مکمل طور پر اِس کام کو اپناتا ہے اَمر بالمعروف بھی کرتا ہے اور نہی عن المنکر بھی کرتا ہے جو اُس کے بس کا روگ نہیں ہے تو کیا وہ شخص لائق نفرین تھا یا لائق تحسین تھا کہ چند لوگ تو ایک ابتدائی کام کر رہے ہیں کوئی اللہ کا بندہ مکمل طور پر پورے احکام کی اتباع کو اپنا لیتا ہے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ اُس پر فخر کیا جائے اُس کے ساتھ تعاون کیا جاتا اور یہ بنیادی کام جو ہے یہ اُس کے لئے فضا سازگار کرتا ماحول سازگار کرتا لیکن ہماری بے نصیبی کی حد یہ ہے یہاں بھی رواج در آیا۔ یہاں بھی میرا اور تیرا آگیا اور یہاں بھی یہ بات داخل ہوگئی کہ اس سے بڑھ کر جو شخص کام کر رہا ہے شاید وہ غلط کر رہا ہے۔ یاد رکھیئے خیر اُمت کا مفہوم یہ ہے اس لئے خیر اُمت ہے تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر یہ ایک ایسی اُمت ہے جو اپنی مزدوری کر کے اپنی زندگی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر نوعِ انسانی کی فلاح کا فکر کرتی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو میدانِ حشر میں اپنی زندگی کا جواب بھی دیں گے اور اپنے اردگرد بسنے والی اقوامِ عالم کا بھی انہیں جواب دینا ہوگا کہ انہوں نے اپنے عمل سے بھی اپنے کردار سے بھی اپنی گفتار سے بھی اللہ کے احکام اور منشا باری کو خلقِ خدا تک پہنچایا یا یہ تو وہ معیار تھا جس نے اس اُمت کو خیر اُمت بنا دیا اور خیر اُمت یا اِس معیار کو پانے کا اِن کے پاس صرف ایک سبب تھا اور وہ تھا وہ نسبت جو اُنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے حاصل ہے۔

یاد رکھیں جب بنیاد کھسکتی ہے تو پوری عمارت خواہ سَو منزلہ ہو گر جاتی ہے بنیاد تھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم جب یہ بنیاد کھسکنا شروع ہوئی اور اِس اُمت نے نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے اقوامِ مغرب سے یا یورپ سے یا دوسری تہذیبوں سے اپنے آپ کو منسوب کر کے اپنے آپ کو مہذب سمجھنا چاہا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اسے اہمیت نہیں دی جاتی۔ یہی سب سے اہم بات جسے آج ہم اہمیت ہی نہیں دیتے کہ ایک شخص اپنا حلیہ اپنا لباس بُود و باش کا طریقہ مغرب سے ملا کر اپنے آپ کو مہذب سمجھتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کا حلیہ بنانا آپؐ کی طرح اُٹھنا بیٹھنا آپؐ کی طرح کا لباس پہننا جب وہ معاشرت یا وہ تہذیب جو حضورؐ نے بخشی ہے اُسے اپنانا ایک کمتر درجے کی زندگی سمجھتا ہے اور پھر وہ دل میں یہ بھی سمجھتا ہے کہ میں مسلمان بھی ہوں۔ یہی وہ غلط فہمی ہے جو مسلمانوں کی تباہی کا بنیادی سبب ہے کیونکہ مسلمان یا اُمتِ مرحومہ کی عزت یا خیر اُمت ہونے کا سبب ہی خیرُ الرسل کے ساتھ نسبت تھی۔ اُس نسبت کو جب اُس نے حقیر سمجھا اور اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ منسوب کر کے اپنی عزت کو بڑھانا چاہا۔ جب اِس طرزِ زندگی سے خود اِس کو ذلت نصیب ہوگی تو جو خود ذلت سے دوچار ہوگا تو وہ نسلِ انسانی کو کہاں عزت سے روشناس کر دے گا۔ بعض باتیں اپنے وقوع کے اعتبار سے بڑی معمولی بڑی چھوٹی ہوتی ہیں لیکن اپنے اثرات کے اعتبار سے بہت دُور رس ہوتی ہیں۔

حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑ رہے تھے۔ میدانِ جہاد میں غالباً مبارزت کی جنگ تھی۔ جب لشکر آمنے سامنے ہوتے تھے تو پہلے ایک طرف کے شاہسوار دوسری طرف کے شاہسواروں کو اکیلے اکیلے لڑنے کی دعوت دیتے تھے۔ اِسے مبارزت کہتے تھے۔ دونوں فوجیں تماشہ دیکھا کرتی تھیں اور اُن میں سے چیدہ چیدہ لوگ اکیلے اکیلے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔ تو ظاہر ہے حضرت خالد کے مقابلہ میں بھی جو آیا ہوگا وہ اُنہی کا ہم پلہ شخص ہوگا۔ تو گھوڑے دَوڑا دوڑا کر ایکدوسرے پر وار کر رہے تھے۔ اُس کے نیزے کی اَنّی اُن کے سر سے ٹکرائی اور خود سَر سے علیحدہ ہوکر زمین پر پڑی۔ اُنہوں نے فوراً گھوڑا روکا تلوار پھینک دی۔ گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور بڑھ کر خود اُٹھالی۔ اُس شخص نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ وہ اُن کے سنبھلنے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ ہتھیار لیکر گھوڑے پر بیٹھے تو وہ کہنے لگا۔ پہلے میری بات کا جواب دیں پھر مقابلہ ہوگا کہ خَود کا گر جانا کوئی اِتنی بڑی بات نہیں ہے کہ انسان تمام ہتھیار پھینک دے گھوڑے سے چھلانگ لگا دے جب تم خَود اُٹھا رہے تھے تو میں آسانی سے تمہیں اپنے نیزے میں پرو سکتا تھا اور اتنا بڑا شاہسوار اور اتنا بڑا ماہرِ جنگ ہو کر اور فنونِ حرب کا اتنا بڑا ماہر ہوکر اتنی بڑی غلطی آپ نے کیوں کی ہے؟ اگر یہ بات کسی اور سے سرزد ہوتی تو مَیں اُسے قتل کر دیتا۔ مَیں نے آپ پر حملہ اس لئے نہیں کیا کہ مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ اسقدر لاپرواہی کا مظاہرہ آپ جیسے فنِ حرب کے امام نے کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ شاید تو اِس بات کو نہ سمجھ سکے۔ یہ بات تیرے سمجھنے کی نہیں ہے۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بال ترشوائے تھے وہ اپنے جاں نثاروں میں بانٹ دیئے تھے کہ مَیں نے بھی اپنے حصّے کے بال اِس ٹوپی میں سی لئے اور اسے سر پہ رکھتا ہوں۔ ہمیشہ وہ اِس خَود کے نیچے تھے جو اِس کے ساتھ گر گئے۔ مسلمان کی زندگی حضورؐ کی عزت بڑھانے کے لئے ہے نہ اِس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال زمین پر رہیں اور مَیں اپنی جان اپنی فتح کیلئے لڑتا رہوں۔ میری فتح یا میری زندگی کی قیمت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز کی عظمت میں ہے۔ دہاں ..... فوجوں کے حوصلے کی بات ہوتی ہے کہ جیتنے والے کا پورا لشکر حوصلہ مند ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے مانے ہوئے شخص کی شکست فوج کو بددِل کر دیتی ہے لیکن جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک مبارک بال کی توہین بھی ہو رہی ہو وہاں سارے لشکروں کی عظمتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔

اَب آپ اِس کو حالاتِ حاضرہ پہ منطبق کرکے دیکھیں جو شخص جو قوم جو افراد ایک ایک بال کی عزت کرتے تھے اُنہیں خدا نے صحراؤں سے اُٹھا کر فضاؤں پہ مسلط کر دیا اور آج کا مسلمان اپنے لئے ترکِ سُنت میں عزت کا متلاشی ہے۔ آپؐ کا بال اُس کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ آپؐ کی سنت اِس کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ تو جو قوم جو افراد ترکِ سُنت میں اپنے لئے عزت سمجھتے ہیں اُن سے کِس خیر کی توقع کی جا سکتی ہے یا وہ اپنے آپ کو خیرِ اُمت کس نسبت سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو نسبت خیر تھی اُس میں تو اُنہیں اپنی عزت نظر نہیں آتی۔ اہلِ مغرب کی نقالی یا اُن کی مشابہت مسلمان کو کبھی عزت سے دوچار نہیں کرتی۔ یاد رکھیں یہ ساری محنت یہ سارے مجاہدے یہ سارے ذکر و اذکار یہ تمام عبادات

صرف ایک غرض کیلئے ہیں اور وہ غرض ہے نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ بغیر حضورؐ کی نسبت کے طلبِ باری یا تعلق باری پیدا ہی نہیں ہوتا۔ خدا کے وصال کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوتی خدا کا تصوّر ہی پیدا نہیں ہوتا خدا پر ایمان ہی نہیں لایا جا سکتا ۔ یہ تمام ثمرات ہیں نسبت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہٖ وسلم کے کہ ایک مشتِ خاک وصال الٰہی کی طلب پیدا کرلیتی ہے۔ ایک عاجز انسان جو چند ٹکوں پہ خریدا جا سکتا ہے ۔ ایک بے بس وبے نوا روٹی کے چند ٹکڑوں پہ ملازم رکھا جا سکتا ہے اُس میں وہ قوت آجاتی ہے وہ استغنا آجاتا ہے وہ شان پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ کے سوا مخلوق کی طلب ہی سے بالا ہو جاتا ہے ۔ کیوں بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اور اگر کوئی اس طفیل ہی کو اپنے لئے باعث عار سمجھنے لگ جائے اور پھر اِس جرم کو معمولی بھی سمجھا جائے یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے ۔ بھائی حضورؐ کی نسبت نہ ہوئی تو کیا ہوا یا حضورؐ جیسا نہ ہوا تو کوئی بڑی بات نہیں یہ بڑی بہت بڑی بات ہے یہ بنیاد ہے جو شخص جس سے محبت کرتا ہے وہ اُس جیسا نظر آتا ہے ۔ یہ ایک بنیادی بات ہے ۔ یہ ایک انسانی مزاج کی بات ہے کہ ہمیشہ ہر شخص اُسی طرح سے بن کر رہنا چاہتا ہے۔ جس حُلیے میں اُسکا محبوب اُسے پسند کرتا ہو یا جسے وہ محبوب سمجھتا ہو اور بظاہر جو حُلیہ اُسکا ہے وہ شخص اُسی طرح بن کر رہنا چاہتا ہے۔

آج آپ اپنے نفاذِ اسلام کی کوشش کرنے والے حضرات ہی کو دیکھیں بنیاد سے لیکر چوٹی تک سب کو اگر ملا کر کفار میں کھڑا کر دیا جائے تو کتنے چہرے ہیں جنہیں ایک آدمی دیکھکر کہہ سکے یہ مسلمان ہے اور وہ مسلمان نہیں ہے جنہیں کفار سے تمیز کرنا ہی مشکل ہو جائے ۔ روزانہ آپکے اخباروں میں ہوتے ہیں فوٹو کفار کے وفود بھی یہاں ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ ہمارے اسلام نافذ کرنے والے ادارے اُنکے سربراہ مختلف ذمہ دار حضرات بیٹھے ہوتے ہیں ۔ ایمان سے کہو کیا کوئی دیکھکر یہ کہہ سکتا ہے ان میں مسلمان کون ہے اور کافر کون ۔ تو جب مومن اور کافر کی تفریق کرنا ہی مشکل ہو گیا۔ کس قدر چھوٹ چکی ہے تہذیب آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ صحابہ کا کمال یہ تھا کہ لاکھوں میں اگر ایک صحابی ہوتا تو دیکھنے والا اُسکی حرکات کو اُسکی شکل کو اُسکے حُلیے کو اُس کے استغنا کو اُس کے بات کرنے کے انداز کو دیکھکر کہہ دیتا تھا کہ یہ شخص محمد رسول اللہؐ کا صحابی ہے اور آج ساری اُمت کو کافروں کے ساتھ ملا دو تو چند کوئی لوگ ہونگے جنکو ان میں سے تلاش کر کے کوئی کہہ دے کہ نہیں یہ تو مسلمان ہیں اور اِس کے ساتھ طلب وہ ہے جو خیر اُمت کے ساتھ وعدے کئے گئے ہیں کہ وہ ہم پہ پورے کئے جائیں ۔ ایک نعمت بٹتی ہے ۔ اِس دروازے پر آپ جا کر کھڑے ہوتے ہیں میلوں دُور کسی اور دروازے پر طلب رکھتے ہیں اُس نعمت کو پانے کی تو کتنی عجیب بات ہے اور پھر اِس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ مسلمان سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر نماز پڑھ لیں گے تو مسلمان ہو جائیں گے ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں حالانکہ کلمہ اُس وقت تک قبول ہی نہیں ہوتا جب تک کلمہ آپکو فنا فی الرسولؐ کی منزل سے آشنا نہ کرے ۔ فنا فی الرسولؐ سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ بارگاہِ رسالت تک پہنچنے والا ہی ہو بلکہ ہر اُس شخص کو میں فنا فی الرسولؐ کہوں گا جو حقیقی طالب ہو محمد رسول اللہؐ تک پہنچنے کا ۔ اور اگر یہ طلب اگر راسخ ہو تو حضورؐ کا دیوانہ بنا دیتی ہے ۔ وہ صحابیات

پیغمبر کو ایک ایک کرکے تلاش کرتا ہے اُٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کے انداز تلاش کرتا ہے کھانے پینے کے اطوار کو تلاش کرتا ہے۔ یاد رکھیں، اتباع واجب کا واجب سُنت کا سُنت اور فرض کا فرض ہے لیکن طالب کیلئے عادات کا اتباع ضروری ہو جاتا ہے۔ عبادات سے بڑھکر عادات کو اپنایا جاتا ہے۔ مزاج انسانی ہے آپ دیکھ لیں جو شخص محض یورپ کو مہذب سمجھتے ہیں۔ کیا وہ اپنا حُلیہ یورپین کی طرح نہیں رکھتے۔ کیا وہ جانتے ہیں کہ یورپ والے ہر ہر شخص کے گھر میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ دیکھیں یا نہ دیکھیں یہ اپنی طرح سے اُن پہ فدا ہیں۔ اُن جیسے حُلیہ بنائے بیٹھے ہیں اور اگر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جیسا حُلیہ بنایا جائے تو حضورؐ کو تو اُس کی اطلاع من جانب اللہ کی جاتی ہے جو بے خبر ہیں اُن جیسا رہنا چاہ رہے ہو جو باخبر ہے اُن کے حُلیے کو ترک کرنا چاہ رہے ہو۔ تو وہاں سے ارشاد ہوتا ہے من تشبہ بقوم فھو منھم جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُنہیں میں شمار کیا جائے گا۔ عند اللہ اُس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا۔ جو اُن اقوام کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اُسے بھی دنیا کی دولت دے دی جائے گی اور اُس سے دین چھین جائے گا۔ یہ دنیا میں ہوگا اور آخرت میں جب اُٹھے گا تو اُسے اُنہیں لوگوں کی صفوں میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ جس ایمان میں اتنی قوت ہی نہیں ہے کہ وہ انسان کے ظاہر کو بدل دے۔ وہ ایمان اُس کے باطن کو کسطرح باطل سے بدلے گا۔ جو ایمان ظاہر پہ اپنا رنگ نہیں چھوڑتا وہ اُس کے باطن کو کسطرح سے رنگین کردے گا۔ اُس پہ کیا توقع اور کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور یہاں حال جو ہے کہ پوری قوم کی قوم مغرب

پہ فریفتہ ہے۔ یہاں قافیہ ملایا جاتا ہے۔ یہ تک نہیں دیکھا جاتا کہ یہ وہ قوم ہے جو اپنے بچوں کے نام تک محمد پرویز رکھتی ہے۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ محمد کے ساتھ پرویز کہلانا کیا ہے افضل ترین شخص دنیا میں جس نے نہایت ہی اہانت آمیز سلوک نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا حتیٰ کہ اُس کے حق میں حضورؐ نے بددعا فرمائی اُس کی حکومت کے حق میں بددعا فرمائی اللھم مذق ملکہٗ ....

اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس ظالم کے نام کو حضورؐ کے نام سے ملاکر رکھتے ہیں اور پرویز مرد تھا۔ یہ بچیوں کے نام بھی پرویز رکھتے ہیں۔ بھائی اگر رکھنا ہی ہے تو وہ مرد تھا بچوں کے تو رکھ لئے بچیوں کے رکھنے کی کیا تُک ہے۔ بھائی جو قوم اپنے اصل سے اسقدر ہٹ گئی پھر وہ اُن برکات کی توقع رکھتی ہو جو صحابہ پہ نازل ہوتی تھیں تو وہ کس منہ سے رکھتی ہے۔ کیا حق ہے اُسے اِس کا۔ قرآن کریم نے خیر اُمت اُن لوگوں کو کہا ہے جنہوں نے اپنی پسند کو حضورؐ کی پسند پہ قربان کردیا۔ خیر اُمت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن کا جینا مرنا اپنی پسند پہ نہیں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پسند سے ہوگیا اللہ کے مخاطب وہ لوگ ہیں فرمایا:-

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

کتنی عظیم بات کہی ہے اللہ کریم نے تم اس لئے خیر اُمت ہو کہ تمہارا دنیا میں آنا نسلِ انسانی کیلئے ہے۔ اخرجت للناس نوعِ انسانی کے لئے تجھے پیدا کیا گیا ہے۔ تامرون بالمعروف تم نیکی کا حکم کرتے ہو۔ وتنھون عن المنکر تم برائی سے روکتے ہو۔ وتؤمنون باللہ اور تم اللہ پر

ایمان رکھتے ہو۔

بھئی! کتنی عجیب بات ہے کیا پہلی اُمتیں اللہ پر ایمان نہیں رکھتی تھیں۔ ہر نبی کے ماننے والے اللہ کی عظمت پہ ایمان رکھتے تھے۔ تو پھر تؤمنون باللہ صرف اِس اُمت کو کیوں انعام دیا گیا ہے۔ ایمان لانا ایک اور بات ہے اور کمالِ ایمان ایک اور بات ہے۔ آپ قرآن کریم میں دیکھیں تمام اُمتوں کو زندگی کے دو اصول ہیں۔ ایک اصول تجویز ہے اور ایک اصول تفویض۔ اصولِ تجویز یہ ہے کہ انسان اپنے لئے کچھ چیزیں پسند کرے اور وہ چاہے کہ مجھے یہ دیا جائے۔ اصول تفویض یہ ہے کہ وہ پسند کو بھی اللہ کی ذات پر چھوڑ دے جس طرح اللہ کہتا ہے جو چیز اللہ کی طرف سے ملتی ہے اُس پہ مطمئن اور شاکر ہو جائے تو آپ قرآن کریم میں تمام اُمتوں کو طلب کرتا ہوا مختلف چیزیں مانگتا ہوا پائیں گے لیکن جب اِس اُمت کی بات آتی ہے تو سوائے اللہ کی رضا کے پورے قرآن میں دیکھ جایئے کوئی طلب کہیں سے ثابت نہیں ہوتی یعنی کمال ایمان یہ ہے کہ انہوں نے خدا سے صرف خدا کو مانگا ہے۔ باقی تمام اُمتوں کے احوال آپ قرآن کریم میں دیکھیں۔ کسی نے ملک مانگا ہے کسی نے دولت مانگی ہے کسی نے مختلف نعمتیں طلب کی ہیں حتیٰ کہ سبزیاں اور ترکاریاں تک اُمتوں نے انبیاء سے سوال کئے ہیں کہ اللہ سے کہو ہمارے لئے زمین سے سبزیاں کیوں نہیں اُگاتا۔ آپ اُمتِ مرحومہ کے سارے احوال کھول جایئے کہیں آپکو سوائے معرفت کے سوائے حصولِ قرب کے سوائے رضائے باری کے پورے قرآن میں کوئی نظر نہیں آئے گا اور یہ کمالِ ایمان ہے کہ اِس اُمت کا طرزِ حیات اصولِ تفویض ہے۔ پہلی اُمتیں اصولِ تجویز پر تھیں اور یہ جو محنت یہ جو مجاہدات یہ ذکر اذکار کئے جاتے ہیں یہ بھی اِس لئے ہیں کہ ہمیں وہ عظمت حاصل ہو ہم میں وہ حوصلہ پیدا ہو ہم میں وہ جرأتِ رندانہ آجائے کہ ہم جس طرح وہ رکھنا چاہتا ہے اُسی طرح رہنے پہ خوش ہو جائیں۔ یہ طریقہ صوفی کی زندگی میں مطلقاً نہیں ہونا چاہیئے کہ میرے لئے فلاں چیز کیوں ہے اور فلاں چیز کیوں نہیں ہے۔ بلکہ مومن کی طلب مرضیاتِ باری ہے کہ میرے لئے وہ چاہیئے جو اللہ کی طرف سے اللہ کو پسند ہے اور یہ بھی یاد رکھو اس میں کبھی خطا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی پسند ہر حال ہماری اپنی پسند سے اعلیٰ تر ہوتی ہے۔ خدا ہمیشہ عاجز بندے کی بہتری چاہتا ہے۔ خدا کی ذات پہ چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان کو مشکلات میں مبتلا کر کے خوش نہیں ہوتا یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اللہ ہمیشہ تمہارے لئے آسانیاں پسند کرتا ہے کبھی تمہیں مبتلائے تکلیف نہیں کرتا اور جب تکلیف میں ہم مبتلا ہوتے ہیں تو اِس وجہ سے کہ ہم اپنے لئے کوئی چیز خود پسند کرتے ہیں۔ ظَهَرَ الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ لوگ اپنے آپ کو مصیبت میں خود ڈالتے ہیں اور اگر اللہ پہ چھوڑ دیا جائے تو وہ ہمیشہ اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی ہمارے لئے آسانیاں تجویز فرماتا ہے۔ مشکلات تجویز نہیں کرتا۔ ایک کام بظاہر ہمیں مشکل نظر آئے حقیقتاً جو پہلو اُس کے مقابل ہوتا ہے سخت مشکل وہ ہوتا ہے جس سے اللہ ہمیں بچا لیتا ہے اور یہی کمال اِس اُمت کو خیر اُمت بناتا ہے اور یہی بات یہ انعام اسے دلاتی ہے۔ تؤمنون باللہ حالانکہ اللہ پر ایمان سابقہ

رکھتے ہیں لیکن کمال ایمان یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کے سامنے اپنی حیثیت کو ختم کردے۔ آپ کسی قطرے کو دیکھیں جو سمندر میں ملتا ہے۔ کوئی قطرہ کیا سمندر کا رُخ متعین کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ جب وہ قطرہ اُس میں علیحدہ راستہ نہیں بناتا تو کوئی یہ کہتا ہے کہ اِس سمندر میں یہ کوئی قطرہ بھی ہے وہ قطرہ بھی سمندر ہی کہلاتا ہے۔ اِسی کو فنا فی الرسول ؐ کہتے ہیں۔ اِسی کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے کہ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اُس کی اپنی رائے سلامت ہے اپنے لئے خود پسند کرتا ہے تو وہ وہ قطرہ ہے جو سمندر میں مِل کر اپنی انفرادیت کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔ سمندر میں بھی قطرہ ہی رہنا چاہتا ہے اور یہ ممکن بھی نہیں ہے اور دوسرا وہ ہے جو تھا تو قطرہ سمندر میں ملکر سمندر کی ہر اُبھرتی ہوئی ہر موج میں وہ بھی سمندر کی طرح نظر آتا ہے۔

یاد رکھیں ہماری تجویز خدا کے نظام کو بدل بھی نہیں سکتی۔ ہماری خواہشات اُس کے طے شدہ پروگرام میں کوئی تبدیلی بھی نہیں لاسکتیں سوائے اِس کے کہ ہم خواہش کریں اُدھر سے نافذ وہ ہو جو اللہ کی رضا ہے اور ہمارے لئے ایک نئی پریشانی پیدا ہو جائے کہ میں نے تو یہ چاہا تھا یہ کیوں نہیں ہو سکا اور یہی وہ کمزوری ہے جو انسان کو آخری دم تک نہیں چھوڑتی۔ اِس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان مصیبتوں پہ اللہ سے دعا نہ کرے۔ انسان تکالیف میں اللہ کو نہ پکارے بلکہ ذہنی طور پر قلبی طور پر اندرونی طور پر اِس بات پہ یقین رکھے کہ جسے میں مصیبت سمجھ رہا ہوں اگر اللہ نے میرے لئے بھیجی ہے تو مصیبت نہیں یہی راحت ہے اور یقیناً اِس میں میری ہی بہتری ہے کہ اللہ نے اِسے میری طرف بھیج دیا ہے اور اِس میں بہتری نہیں تو کم ازکم یہ بات ضرور ہے کہ جس سے مجھے بچا لیا گیا ہے وہ اِس سے شدید تر ہوگی۔ بعض واقعات بڑے عجیب ہوتے ہیں چونکہ بات میری رائے کی تائید میں جاتی ہے تو میں عرض کر ہی دوں۔

میں نے پڑھا تھا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں کہ کوئی شخص آپ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا راستے میں کتے نے بری طرح سے کاٹا تو اُس نے یہ شکوہ کیا کہ حضرت میں تو اللہ کے لئے اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آپ کے پاس آرہا تھا تو اِس مصیبت میں پھنس گیا تو فرمانے لگے کہ اگر تو اللہ کیلئے نہ آرہا ہوتا تو تُو وہاں قتل کر دیا گیا ہوتا وہاں تیرا خون گرنا تو مقدر تھا اللہ نے تجھے اُس مصیبت سے نجات دلا کر اِسی تکلیف پر اُس کا مداوا کر دیا۔

طالبانِ حق پہ جو مصیبتیں بھی آتی ہیں اوّل تو تلافی مافات کیلئے ہوتی ہے وہ اللہ کا انعام ہوتا تھا کہ انسان کے اعمال میں انسان کے کردار میں بے شمار لغزشیں بے شمار کیلیں ڈھیلی رہ جاتی ہیں اُنہیں اللہ اپنی رحمت سے کس دیتے ہیں۔ وہ کمی نکال دیتے ہیں۔ معمولی سی تکلیف سالوں کے مجاہدے کا اُجر دے جاتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو کم ازکم یہ ضرور ہوتی ہے کہ اُس سے کسی بڑی تکلیف کو ہٹا کر وہاں چھوٹی رکھ دی جاتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے اللہ نے ارشاد فرمادیا یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اللہ تمہارے لئے آسانیاں منتخب فرماتا ہے اور دشواریاں نہیں چاہتا۔ دشواریاں اپنے لئے ہم خود پیدا کرتے ہیں اور کمال یہ ہے خیر اُمت ہونے کا کمال یہ ہے

کہ تمام اُمتوں نے اپنے لئے اپنی رائے سے اپنے لئے طرزِ حیات مانگا اپنی رائے سے اپنے لئے ملک اور حکومت مانگی اپنی پسند سے اپنے لئے مختلف لباس اور کھانوں تک کی طلب کی۔ وہ بھی اُمتیں ہی تھیں جن کی طلب پر آسمانوں سے پکے لگائے کھانے طلب کئے گئے اور یہ بھی اُمت ہے جسے اللہ نے روئے زمین کی حکومت دے دی لیکن وہ ریت پہ پڑے کھجور کے سایہ تلے سوتے ہیں کہ ہم بادشاہ نہیں ہیں۔ ہم بھی تم میں سے ایک ہیں اور اسی کو خدا نے ارشاد فرمایا تؤمنون باللہ کہ کمالِ ایمان اِس اُمت کے کمالات میں سے ہے۔ وآخر دعوانا اَن الحمد لِلّٰہ ربّ العالمین۔

وفیات

ہمارے ایک رفیق کیپٹن محمد اکرم صاحب یکم رمضان المبارک کو راہیِ ملکِ بقا ہوگئے۔ انکی موت ایسی حسین تھی کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا ؎

موت ہے برحق باری باری آخر سب کو مرنا ہے
لیکن فرق ہے اہلِ ہوس اور عارف کے مرجانے میں

احباب سے درخواست ہے کہ ان کیلئے دعائے مغفرت فرماویں۔ ادارہ

ہر قسم کے جوتے مثلاً کوہاٹی چپل طلّہ دار اور سادہ، پشاوری چپل، بہاولپوری کھوسہ، اونچی نوک والا کھوسہ، ٹلہ گنگی، لیڈیز اور جینٹس، بچگانہ، زنانہ، مردانہ ہر قسم ناپ بھیج کر بارعایت، کم سے کم وقت میں بذریعہ وی پی منگائیں۔
ملک شوز سٹور۔ کھوکھر زیر۔ تحصیل چکوال (جہلم)

اعتذار

یہ امر احباب کی نگاہ سے مخفی نہ ہوگا کہ روز افزوں گرانی کا اثر ضروریات زندگی کے ہر شعبے پر پڑتا ہے چنانچہ طباعت کے سلسلے کا ہر پہلو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور جرائد کی رگ حیات اشتہارات ہوتے ہیں اور یہاں یہ خانہ خالی ہے۔ لہٰذا ادارہ کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ احباب کے جذبۂ ایثار سے اپیل کیجائے چنانچہ محرم ۱۴۰۵ھ سے المرشد کے بدل اشتراک میں اضافہ کرنا پڑا ہے۔ امید ہے کہ احباب، ادارہ کی مجبوری کے پیشِ نظر اِسے بار نہیں سمجھیں گے۔

التماس

المرشد کا یہ شمارہ جو آپکے سامنے ہے۔ اس سال کا آخری شمارہ ہے۔ براہِ کرم نئے سال کے لئے سالانہ بدل اشتراک مبلغ ۴۵/- روپے قریبی فرصت میں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

ادارہ

اپنا ایڈریس

• اپنا نام • بالخصوص ڈاک خانہ کا نام صاف اور خوشخط لکھیں

باتیں انکی خوشبو خوشبو

ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے حق کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے ۔ اس کی رحمت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے ۔ چنانچہ ہر دور میں وہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے حق کی حمایت اور اصلاحِ خلق کی خدمت لیتا رہا اور صوفیائے کرام نے جس خلوص اور للہیت سے یہ خدمت انجام دی ہے اس کی مثال ملنا مشکل نہیں۔

فرمایا:۔ صوفیائے کرام کے ہاں تعلیم و ارشاد، تزکیہ و اصلاحِ باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے اور یہ تصوف کا عملی پہلو ہے جس کا انحصار صحبتِ شیخ پر ہے۔

فرمایا:۔ اتباعِ سُنّت کا حق اللہ والوں نے ادا کیا۔ جنہوں نے نبوت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور تبلیغ و اشاعتِ دین کو تزکیہ نفوس سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ تمام تر کمالات اور سارے مناصب صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی بدولت ہی حاصل ہوتے ہیں اور تصوف کا اصل سرمایہ اتباعِ سُنّت ہے ۔

فرمایا:۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا اسے اس فن اور اہلِ فن پر تنقید کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاسفر جنہیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ کشف پر آتے ہیں تو ان کے لئے اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر کوئی راستہ نہیں ملتا کہ ھٰذا طورٌ وراءَ طورِ العقل لا یدرک الا اصحاب قوۃ القدسیہ ۔

فرمایا:۔ تصوف کیلئے نہ کشف و کرامت ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے اور آنے والے آئندہ واقعات کی خبر دینے اور اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا نہ سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک نگاہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی ۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوفِ اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ، ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں ۔

فرمایا:۔ تصوف و سلوک القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبتِ شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ کتبِ تصوّف سے نشانِ راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی ۔ حالات، واردات، کیفیات اور روحانی ترقی کیلئے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع نہیں کئے ۔ یہ کمالات شیخ کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں ۔ جس نے ولایت و معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا ۔ دربارِ نبوی صلی اللہ

علیہ و آلہٖ وسلم تک رسائی تصوف و سلوک کے مقامات میں
میں سے ایک اہم ترین مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ
مقامات کیلئے فیض ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقامِ
رفیع تک رسائی ہی نہیں رکھتا اور پھر بھی سلوک طے کرانے کے
بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے۔

فرمایا:۔ کتبِ احادیث میں "حدیثِ جبرئیل" کو
اصولِ دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں
دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا
احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:۔

"جبریل نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ رسولِ
خدا نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا
ہے۔ پس اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔"

فرمایا:۔ انبیاءؑ تین اغراض کیلئے مبعوث ہوتے رہے ہیں
اوّل تصیحِ عقائد۔ دوم تصیحِ اعمال، سوم تصیحِ اخلاص۔۔۔
سو تصیحِ عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں۔ اعمال
کی تصیح کے کفیل فقہائے اُمت ہوتے ہیں اور فنِ خلوص و احسان
کے کفیل صوفیہ کرام ہوتے ہیں۔

جواہر ریزے

- تین باتیں بندے سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کی نشانی ہیں
  - کثرت سے لہو و لعب میں مشغول رہنا۔
  - ٹھٹھے کرنا اور غیبت کرنا۔
- دو باتیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہیں۔
  (۱) فرض کو ضائع کرکے نفل ادا کرنے میں لگے رہنا۔
  (۲) صدقِ دل کے بغیر اعضاء سے عمل کرتے رہنا۔
- جسم نہیں بلکہ ہمتیں مصائب کو جھیل لیتی ہیں۔
- تصوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھرا معاملہ رکھنا ہے۔

ارشاد السالکین

ہدایات بعد از روحانی بیعت حضرت قبلہ ملک محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کافی ساتھیوں کو اعتکاف کے دوران اللہ جل شانہٗ نے اس نعمت سے نوازا ہے اور آج سالانہ اجتماع میں پہلی دفعہ ایک ساتھی کی بیعت براہ راست حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرائی ہے۔ میں نے پہلے بھی اعتکاف کے موقع پر عرض کیا تھا اور آج پھر اسی بات کا اعادہ کر رہا ہوں کہ زمین پر رہتے بستے ہوئے اپنے وجود کے ساتھ اس عالم میں رہتے ہوئے چودہ صدیوں کے فاصلے کو پاٹ کر بارگاہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر اپنی روح کے ساتھ اور براہ راست فیوضات و برکات کو اخذ کرنا اور اپنے دل کو بارگاہ نبوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کو لینا یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ اس سلسلہ عالیہ میں یہ نعمت عظمیٰ یوں بٹتی ہے ورنہ تمام سلاسل طیبہ میں یہ تقریباً منتہی مقامات میں سے ہے اور لوگوں نے اس کے حصول کے لئے عمریں صرف کیں زندگیاں لٹا دیں مراقبہ احدیت میں مقام احدیت پر جس مقام کے سامنے انسان کھڑا ہوتا ہے اگر اس کے سامنے سے اندر داخل ہوا جائے تھوڑا اندر جا کر دائیں ہاتھ پھریں تو سامنے وسیع دالان ہے۔ وہاں یہ بھی اگر دیکھا جائے تو ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی عمریں بہت گئیں اور بڑھاپا آگیا اور ٹکریں مار مار کر احدیت تک بمشکل پہنچ سکے۔ اس منزل پہ زندگی تمام ہوئی اور ارواح وہیں بیٹھی یاد الٰہی میں مصروف ہوتی ہیں۔

قاعدہ یہ بھی ہے کہ ہر عہد کے لوگوں کا موازنہ اُن کے ہم عصر اور اُس عہد کے لوگوں سے کیا جائے۔ میری ناقص رائے میں برائی عقیدے اور عمل دونوں کی اس شدت سے پھیل چکی ہے کہ ہم جیسے نالائق بھی نیکوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ورنہ اس سعادت عظمیٰ کو پانا یوں سہل نہ تھا جہاں یہ بہت بڑی نعمت ہے بہت بڑا احسان ہے مظہر ہے اللہ کی رضا کی۔ بجز رضائے باری بجز رحمت باری اس کو پانا ممکنات میں سے نہیں ہے۔ وہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ ایک شخص چودہ سو سال بعد کسی انسان کے منہ سے خدا اور رسول کا پیغام سُنتا ہے۔ اپنے جیسے کسی انسان سے آخرت کے بارے خبر سُنتا ہے۔ اپنے جیسے ایک انسان سے برزخ کے عذاب و ثواب کو اعمال کے نتائج اور اثرات کو سُنتا ہے اور اُس پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے اتباع سُنت اور اطاعت کا راستہ اپناتا ہے اور عدم اطاعت کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک شخص کو خداوند عالم وہ چشم بصیرت عطا فرماتے ہیں وہ برزخ میں دیکھتا ہے۔ اپنی روح کے ساتھ برزخ میں وارد ہوتا ہے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں

کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو محض مٹی کا ڈھیر نہیں اُسے یہ جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا محسوس ہوتا ہے۔ تو جہاں اِس کا ایک مقام ہے وہ اس کا حساب بھی اُس معیار کا روزِ حشر ہوگا جس معیار کا علم اللہ نے پہنچا دیا۔ جہاں اِس سعادت کو پا لینا مشکل تھا لیکن اللہ نے سہل کر دیا وہاں اِس کو نبھانا اور ساری عمر نبھانا اصل کام یہ ہے۔ کسی بھی ایسے شخص کو جس کو فنا فی الرسولؐ کی سعادت نصیب ہو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کوئی کام کرے اور اِس بات سے بے خبر رہے کہ اِس کا ردِ عمل بارگاہ عالی میں کیا ہوگا۔ کسی بھی ایسے شخص کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بات کرے اور یہ نہ سوچے کہ میری بات بارگاہِ نبوت تک پہنچ سکتی ہے۔ فنا فی الرسولؐ تک جسے بھی رسائی حاصل ہو اُسے اپنی زبان کی نگرانی بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اُسے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ میرے منہ سے جو الفاظ نکلیں گے کیا وہ ایسے الفاظ ہیں کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے اِن کا اعادہ کر سکتا ہوں پورے یقین پورے اعتماد اور پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی زندگی کو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دو۔ چونکہ اصل مقصدِ حیات یہی ہے اور وہیں خرچ ہو کر زندگی زندگی بنتی ہے۔ انسان انسان بنتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مجسمۂ رحمت باری ہیں اور بارگاہِ اقدس کی حضوری جسے نصیب ہو اُس کے قول و فعل میں اُس کے عمل و کردار میں ہر ایک کیلئے کوئی نہ کوئی رحمت کا پہلو موجود ہو۔ ہر ایک متنفس کے لئے شفقت کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود ہونا چاہیئے۔ عدالت کی اپنی شان ہوتی ہے لیکن اُس کے متعلقہ ہرکاروں اور چپڑاسیوں کا بھی ایک معیار ہوتا ہے۔ اُنہیں یہ پاس ہوتا ہے کہ ہم کہاں سے متعلق ہیں اور یہ بھی یاد رہے اگر یہاں سے خدا نخواستہ کوئی گرے تو پھر اُس کے لئے دونوں جہانوں میں کوئی جائے پناہ نہیں۔

میں نے کئی بار عرض کیا ہے میری اپنی کیفیت یہ ہوا کرتی ہے اکثر کہ جب میں حضرت کی خدمت عالیہ میں پہنچا اور مجھے آپکی غلامی نصیب ہوئی تو اگرچہ میں نوعمر تھا نوجوان تھا اِس کے باوجود خدا گواہ ہے مجھے یہ احساس ہوا کرتا تھا۔ میں نے اِس سے پہلے کے جو سال ہیں وہ ضائع کر دیئے تھے بہت پہلے آجانا چاہیئے تھا لیکن جب سے اللہ کریم نے بارگاہِ اقدس کی حضوری عطا فرمائی ہے تب سے یہ خیال رہتا ہے کہ شاید یہ نعمت پاس نہ ہوتی تو نجات آسانی سے ہو جاتی کوئی بہانہ ہوتا اور ممکن ہے کہ ذمہ داری کم ہونے کی وجہ سے بچ جاتے۔ اب تو اللہ کی رحمت ہی یاوری کرے اور وہی تو ارزاں کرے اور وہ اپنے کرم سے نوازے اور معاف کر دے تو ورنہ اتنے کڑے امتحان میں سے پار اُترنا انسانی بس کی بات نہیں۔

ہمارے ذمہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی متنفس مشرق میں ہو یا مغرب میں خواہ گورا ہو یا کالا ہو مومن ہو یا کافر جس وقت بھی اور جب بھی اُس کے دل میں انابت آجائے اللہ کی طرف وہ چلنا چاہے اور ہم تک پہنچے تو ہمارے یہ ذمہ ہے کہ ہم اپنے ضروری اُمور کو چھوڑ کر اُس کی ضرورت کا اپنے سے زیادہ خیال کریں۔ ہمارے یہ ذمہ ہے کہ ہم اُس کے ساتھ محنت کریں اور اُسے ساتھ لے کر اگر اللہ

توفیق ارزاں فرمائے تو اُسے تعلیم دین سے آراستہ کریں اعمال کی ترغیب دیں۔ اعمال پہ عمل کرنا سکھائیں۔ حلال وحرام بتائیں۔ ذکر اذکار بتائیں۔ اُسکا سینہ روشن کریں۔ اُس کی روح میں قوتِ پرواز اللہ پیدا کرے اور اُسے لیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کریں جہاں پہنچ کر ہماری ڈیوٹی ختم ہو۔ پھر اُس کا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ براہ راست ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کی بھی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس عہد کو یوں نبھائے کہ اُس کا حق ادا کرے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں عظیم قربانیوں کی طرف اشارہ کر دیتی ہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے جب سے اپنا دایاں ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا ہے تب سے کسی ناپاک شے کو میں نے اِس ہاتھ سے نہیں چھوا اور تاریخ عالم میں یہ مثال ہے کہ معلوم دنیا کے تین حصّوں پہ کوئی حکمران ہو اور چند باغی اُسے بے دردی سے ظلماً شہید کردیں پرخچے اُڑا دیں۔ جس کی افواج چین کے دروازے پہ دستک دے رہی ہیں اور جس کے زیرنگیں افریقہ اور ہسپانیہ ہوں اور وہ شخص محض اِس لئے اپنی حمایت میں تلوار اُٹھانے سے منع کر دے کہ یہ شہر محمد رسول اللہ کا حرم ہے۔ اس کی بے ادبی میری طرف سے نہیں ہو سکتی۔ جلیل القدر صحابہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جیسی ہستی نے عرض کیا تھا کہ حضرت اگر شہر میں رہ کر اپنا دفاع بھی نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم حرم کی حد سے باہر چلیئے تو فرمایا ساری زندگی تو اِس گھر کو تلاش کیا۔ اِس کے پیچھے پھرے اب اگر عمر ختم ہی ہونے کو ہے تو جوارِ رسول ؐ کو کیوں چھوڑ دوں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں رہے اور پوری عمر میں ایک دفعہ حج کیلئے تشریف لے گئے کہ فرض ادا ہو جائے پھر زندگی بھر درِ محبوب پہ بیٹھ کر زندگی کا انتظار کرتے رہے۔ شہر سے باہر نہیں جاتے تھے۔ کہیں باہر موت نہ آ جائے۔ وہیں جامِ اجل نوش فرمایا اور جنت البقیع میں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں۔ جس خوش نصیب کو یہ سعادت نصیب ہو پھر یہ ایسا دروازہ نہیں ہے کہ وہ اُسے چھوڑ کے اُٹھ جائے۔ اُس کی عمر اِسی چوکھٹ پہ بیت جانی چاہیئے اور اپنے خیالات اپنے عقائد اپنے اعمال میں اِس بات کو مدِنظر رکھے کہ کوئی تو حشر میں لپکے گا لوائے حمد کی طرف لیکن مجھے صبح وشام وہاں حاضری دینا ہے جو صاحبِ لوا ہیں اور جس کی ناراضگی ایمان کے سلب ہونے پہ منتج ہوتی ہے ایسی نازک بارگاہ ہے کہ حضور محسوس نہ فرمائیں۔

یہ بات بڑے غور سے سُننے کے قابل ہے حضور ؐ محسوس نہ فرمائیں حضور ؐ ناراض بھی نہ ہوں لیکن کسی کے عمل سے بے ادبی ظاہر ہو جائے خلاف ادب کوئی عمل کسی سے ہو جائے تو اُس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ کسی سے حضور ؐ ناراض ہو جائیں تو اُس کے لئے تو کوئی جائے پناہ ہی کوئی نہیں لیکن اگر کسی سے ایسا عمل سرزد ہو جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو اور حضور ؐ اُسے محسوس نہ فرمائیں ناراض نہ ہوں لیکن خدا معاف نہیں کرتا۔ اُس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور خود قرآن اِس پہ شاہد ہے۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آوازِ مبارک سے اپنی آواز کو بلند بھی نہ کریں اگر ایسا کیا

اُنْ تحیط اعمالکم تمہاری تمام نیکیاں ضبط کر دی جائیں گی۔ کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی اور اس کے مخاطبین اوّل وہ لوگ تھے جنہوں نے اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ جنہوں نے تب کلمہ پڑھا جب کلمہ پڑھنا ساری دنیا کو قربان کر دینے کے مترادف تھا۔ جنہوں نے ہجرتیں کیں جہاد کئے جانیں نچھاور کر دیں گھر قربان کئے اولاد ذبح کرا دی میدان میں۔

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ تھیں اور قادسیہ میں عہد فاروقی میں بوڑھی ہو چکی تھیں اور چار نوجوان بیٹوں کو لیکر جہاد پر گئیں خود ساتھ گئی تھیں۔ اپنے خیمہ میں بیٹھی تھیں کہ اطلاع ملی تمہارے چاروں بیٹے شہید ہو چکے ہیں تو کہنے لگیں اللہ کا احسان ہے اُس نے مجھے بھی حضور کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل کر دیا۔

ایک ماں کیلئے بڑھاپے میں ساتھ لیکر اس طرح بچوں کو نچھاور کرنا یہ محبت ہی کے تو کرشمے ہیں۔

اپنے دلوں میں خلقِ خدا کیلئے محبت پیدا کرو۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کو یہ بات سب سے زیادہ پسند ہے۔ جو اِس راہ پر چل رہے ہیں اُن کے ساتھ تعاون کرو۔ کسی میں کوئی لغزش یا کوئی کوتاہی دیکھو تو اُسے مت اچھالو اُس سے نفرت مت پیدا کرو۔ اپنے دل میں کسی کا شکوہ کسی کی غیبت نہ کرو۔ ہر اُس شخص کا احترام کرو جو واجب الاحترام ہے۔ ہر اُس شخص پہ شفقت کرو جو شفقت کا محتاج ہے اور جس قدر بھی ممکن ہو دوسروں کی بھی حفاظت کرو کہ اُنہیں ساتھ لیکر اس راستے پر چلنے کے قابل ہو جاؤ۔ اللہ کریم آپ سب کو توفیق ارزاں فرمائے اور ابد الاباد بارگاہ عالیہ کی حضوری نصیب فرمائے دنیا و آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت سے نوازے۔

وَآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

نماز

- دین کا ستون ہے۔ ○ معراج المومنین ہے۔
- جنّت کی کنجی ہے۔ ○ حضورؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے
- قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

تزکیۂ نفس

ابو سعید

حکیم الامت فرماتے ہیں :۔

" اور عادت اللہ سالکین طریق کے ساتھ مختلف ہے۔ بہت سے آدمیوں کو اوّل مجاہدات کی توفیق دی جاتی ہے پھر طرح طرح کی مشقتیں اُٹھانے کے بعد بلند مقاصد تک پہنچتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو اوّل ہی سے اعلیٰ معانی کا کشف ہونے لگتا ہے اور اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔ جہانتک اصحابِ مجاہدہ بھی نہیں پہنچتے۔ مگر ان میں سے اکثر حضرات اس آسانی کے بعد پھر مجاہدہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ فضائل بھی ان کو حاصل ہو جائیں جو عدم مجاہدہ کی وجہ سے فوت ہو رہے تھے ۔"

(روح تصوف ص۲۵)

فنِ تصوف میں سالک کی اصلاح اور تربیت کیلئے دو طریقے مروج ہیں ۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تخلیہ ہو پھر تحلیہ ۔ یعنی پہلے سالک کے اخلاق اور کردار کی اصلاح ہو ۔ رذائل اخلاق کو دُور کیا جائے اور فضائل کے حصول کی کوشش کی جائے ۔ پھر اس کی روحانی ترقی ہو یا یوں کہئیے کہ پہلے انسان بنایا جائے ۔ پھر صوفی. اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک گھنا جنگل ہو جس میں جھاڑ جھنکاڑ زہریلے پودے سانپ بچھو درندے موجود ہوں تعفن ہو گندگی ہو اُسے صاف کیا جائے ۔ درندوں کو مار بھگایا جائے ۔ حشرات الارض کا خاتمہ کیا جائے ۔ جب جنگل صاف ہو جائے تو وہاں کسی عظیم الشان عمارت کا نقشہ تیار کرکے عمدہ مکان تعمیر کیا جائے ۔ اس میں آرام و راحت کا سامان مہیا کیا جائے ۔ آرائش وزیبائش کی جائے اور سکون و اطمینان سے زندگی بسر کی جائے۔ اس طریقہ کو اصطلاح میں سلوک کہتے ہیں ۔

دوسرا طریقہ ہے پہلے تحلیہ پھر تخلیہ یعنی پہلے روحانی تربیت کی جائے پھر اسکے اخلاق اعمال کردار کی اصلاح و تعمیر کی جائے ۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جس جنگل کا اوپر ذکر ہوا ہے تھوڑی سی محنت کرکے اسکے ایک گوشے میں اتنی جگہ صاف کرلی جائے کہ وہاں ایک خیمہ نصب کیا جا سکے ۔ پھر وہاں مستقل طور پر ڈیرے ڈال کے اُس پاس کے جنگل کو صاف کرلیا جائے ۔ جوں جوں صاف ہوتا جائے مکانات کی تعمیر اور ماحول کی صفائی میں اضافہ ہوتا چلا جائے ۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ کہ پہلے صوفی بنایا جائے پھر انسان ۔ اس طریقہ کو اصطلاح میں جذب کہتے ہیں ۔ عارف شیرازی نے ان دونوں طریقوں کو ایک شعر میں سمو دیا ہے ۔

ے صنما رہِ قلندر سزد ار بما نمائی
کہ دراز و دُور دیدم رہ رسمِ پارسائی

رہِ قلندر سے مراد طریقِ جذب ہے اور رہ و رسمِ پارسائی سے مراد سلوک ہے یعنی میرے شیخ بہتر یہ ہے کہ طریقِ جذب سے میری تربیت کی جائے کیونکہ سلوک کا راستہ تو نہایت طویل سفر دکھائی دیتا ہے ۔

انسان بننے اور انسان بنانے کا کام واقعی وقت طلب بھی ہے اور وقت طلب بھی۔ رذائل کا قلع قمع کرنا اور فضائل سے مزین کرنا دو گونہ مشقت کا کام ہے۔ اس لئے اگر پہلا طریقہ اختیار کیا جائے تو ممکن ہے کہ سالک انسان تو بن جائے مگر صوفی بننے کا کام ادھورا رہ جائے اور دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس میں اس امر کی گنجائش بلکہ امکان ہے کہ صوفی بن جانے کے بعد اس کی برکت سے اور اس کے اثر سے انسان بننے کا کام آسان بھی ہو جائے اور وقت بھی تھوڑا لگے۔

پہلے طریقے کے مطابق اصلاح و تعمیر کے کام کی مثال یوں ہے جیسے کسی عالیشان عمارت کی چھت پر چڑھنا مقصود ہو تو سالک کو سیڑھیاں دکھا دی جائیں اور اس کی انگلی پکڑ کر ایک ایک کر کے سیڑھیاں عبور کراتے ہوئے چھت پر پہنچا دیا جائے۔

دوسرے طریقے کی مثال یہ ہے کہ چھت پر کھڑا ہوا کوئی طاقتور آدمی اوپر سے رسی لٹکائے نیچے والا صرف اس رسی کو مضبوطی سے تھام لے اور اسے اوپر کھینچ لیا جائے۔ اسطرح وہ آن کی آن میں چھت پر پہنچ جائے گا۔

ان دونوں طریقوں میں ایک فرق یہ ہے کہ جو شخص سیڑھیاں چڑھ کے چھت پر پہنچا ہے اگر وہ کسی حادثہ کے تحت نیچے گر جائے تو پھر سے خود بخود چڑھنا شروع کر سکتا ہے لیکن دوسرے طریقے سے چھت پر پہنچنے والا اگر گر جائے تو جبتک کوئی کھینچ کے اوپر لے جانے والا نہ ہو وہ چھت پر نہیں چڑھ سکے گا۔ طریق جذب کیلئے ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ شیخ زبردست روحانی قوت کا مالک ہو اور اس طریقہ سے تربیت حاصل کرنے والے سالک کیلئے ضروری ہے کہ وسیع الظرف اور بیدار مغز ہو

اس سلسلے میں حضرت تھانوی رح خلاصۃ فرماتے ہیں:۔

تربیت میں مشائخ کے دو دستور ہیں ۔

(۱) بعض تو شروع میں طبیعت کی پسندیدہ اور مانوس چیزوں اور سابقہ عادتوں سے باختیار دور کرتے ہیں۔ اس کے بعد کارِ حق اور طریقت میں استعمال کرتے ہیں۔

(۲) بعض مشائخ مریدوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ہمت و حال کے تعاون سے جس مدت میں اللہ تعالیٰ چاہے نورانیت باطن اس میں سرایت کر جائے اور خود بخود رذائل کی تاریکیوں سے علیحدہ ہو کر فضائل کے انوار سے منور ہو جائے۔ یہ طریق آسان اور قریب تر ہے۔

سلسلہ ہائے تصوف میں چشتیہ وغیرہ میں پہلا طریقہ مروج ہے اور نقشبندیہ دوسرے طریقے سے یعنی طریق جذب سے سالک کی تربیت کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں:۔

"نقشبندیہ کے ہاں تصرف اور توجہ بہت زیادہ ہے یہ حضرات سلاطین ہیں۔ یہ دوسروں پر بھی تصرف کرتے ہیں اور چشتیہ مساکین ہیں۔ ان کا سارا تصرف اپنی ذات پر ہوتا ہے۔ ضرب بھی اپنی ذات پر اور شورش و سوزش بھی۔ ان کا تو وہ حال ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن، شمع زمن، گل زمن آموخت"

طریق جذب بڑا نازک معاملہ ہے۔ اس میں آسانی

ہے اور ترقی بھی جلدی ہوتی ہے مگر خطرات بھی بہت ہیں۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہوتا ہے کہ سالک جب صوفی بن جائے تو اس میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ اصل کام یعنی رذائل کے جنگل کو صاف کرنے اور درندوں کو مار بھگانے سے غافل ہو جاتا ہے اور انسان بننے کی مہم کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اپنے اس چھوٹے سے خیمے کی تزئین و آرائش میں محو ہو جاتا ہے۔ کہیں اپنا جنریٹر لایا جا رہا ہے۔ قمقمے اور ٹیوب لائٹ لگانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ فوم کے گدے۔ صوفہ سیٹ۔ ڈیکوریشن کا سامان۔ ریڈیو۔ ٹی وی۔ ایر کنڈیشن۔ غرض ساری توجہ اس خیمے تک محدود ہو کے رہ جاتی ہے۔ خیمے سے باہر درندوں کا شور و غل اسے سنائی نہیں دیتا، سانپ بچھو ڈستے کاٹتے رہیں تو وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ یعنی رذائل سے علیحدہ ہونے اور فضائل کے حاصل کرنے کی اہمیت اسکی نگاہ میں کم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی سالک کو قلیل وقت میں اتنی بڑی روحانی ترقی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا ردِ عمل دو قسم کا ہو سکتا ہے۔

اوّل۔ جذبہ تشکر گزاری کا اُبھرنا۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر خود شناسی کا وصف پیدا ہو جاتا ہے اسے اپنی بے مائیگی اور بلا استحقاق اللہ تعالیٰ کی عنایت کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو اس میں تواضع اور انکساری پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی ردِ عمل مطلوب اور مستحسن ہے۔

دوسرا ردِ عمل یہ ہوتا ہے کہ تنگ ظرف والے سالک میں اس عظیم نعمت کے اتنے قلیل وقت میں حاصل ہو جانے کی وجہ سے عُجُب کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ وہ اسے اپنا کمال سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ اس میں خود شناسی کی جگہ خود بینی، خود پسندی، خود رائی اور خود نمائی کے امراض پھوٹنے لگتے ہیں۔ اپنی خامیوں اور کمزوریوں، اپنے عیوب اور اور نقائص اسے نظر ہی نہیں آتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس میں دوسروں کو حقیر سمجھنے کی بیماری بھی چمٹ جاتی ہے۔ دوسروں کے عیب تلاش کرنے اور انکی فہرستیں تیار کر کے مشتہر کرنا اسکا مشغلہ بن جاتا ہے اور جب کہیں کوئی عیب نہ مل سکے تو اپنی طرف سے عیوب ایجاد کر کے دوسروں کے ذمے لگانے میں اسکا زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔

یہ خود پسندی اور خود نمائی ایسا عجیب مرض ہے کہ خاص مزاج کے لوگ اسے تاڑ لیتے ہیں اور اس کے گرد جمع ہونے لگتے ہیں جن میں بالعموم یہ چار "اوصاف" ہوتے ہیں۔ بد اندیش۔ بدکن۔ بدخواہ اور بد آموز۔ انکی چرب زبانی اسکے جذبۂ خود پسندی کیلئے مہمیز کا کام دیتی ہے اور یہ اپنی چالبازیوں سے اسے دوسروں کے متعلق بدگمانیوں کے جال میں پھانستے اور اسے اپنے متعلق طرح طرح خوش فہمیوں میں جکڑتے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکی نگاہ حق و باطل میں تمیز کرنا چھوڑ بیٹھتی ہے۔ اسکا دماغ صحیح سمت میں سوچنا چھوڑ دیتا ہے اور اسکا ہر قدم تخریب کیلئے اُٹھنے لگتا ہے۔ یہ نہایت کٹھن مرحلہ ہے اللہ تعالیٰ اس امتحان میں نہ ڈالے۔ ہر سالک کو ان خطرات سے آگاہ رہنا چاہیئے ورنہ ساری محنت اکارت جائیگی اور آخرت کی رسوائی مستزاد ہوگی۔

اللھم احفظنا من شرور انفسنا

سلسلہ کا نظم ونسق

اور

اس کے رہنما اصول

سلطان والعارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے صدیوں بعد اللہ تعالیٰ نے اس دارالاسباب میں شیخ المشائخ حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے احیاء کا سبب بنایا حضرت شیخ المشائخ نے سلسلہ کا احیاء اس انداز سے کیا کہ نہایت قلیل عرصے میں آباد دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اللہ اللہ کہنے والے پھیل گئے۔ اور جو جہاں گیا یہ حالت ہوگئی کہ ع۔

بس چمن میں کیا گیا گویا دلبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر میرے نالے غزلخواں ہوگئیں

حضرت شیخ المشائخ نے سلسلہ کے بقاء اور ترقی کے لئے کچھ رہنما اصول ارشاد فرمائے تھے۔ ان میں سب سے اہم حضرت کا ایک جامع کامل اور باضابطہ وصیت نامہ ہے اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً حضرت ہدایات دیتے رہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) وصیت نامہ:۔ اگست ۸۲ء میں حضرت نے ایک وصیت نامہ لکھوایا جو ۸ روپے کے اسٹامپ پر لکھا گیا۔ جس کے اسٹام گجرات سے ۱۸ اگست ۸۲ء کو ۵۶۲ اور ۵۶۳ کے تحت خریدے گئے۔ وصیت نامہ کا مضمون حرف بہ حرف یہ ہے۔

وصیّت نامہ

منکہ مسمّی مولوی اللہ یار خاں ولد ملک ذوالفقار ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی کا ہوں اور بقائمی ہوش وحواس خمسہ تحریر بذا روبرو گواہان بطور وصیت نامہ تحریر کرتا ہوں جو بلا جبر واکراہ تحریر کی جا رہی ہے۔

۱۔ یہ کہ میں نے حلقہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا انتظام دائمی طور پر چلانے کے لئے بحکم اللہ اور اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی زندگی کے بعد ہدایات بطور وصیت نامہ چھوڑنا اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ یہ سلسلہ نظم وضبط کے ساتھ ہمیشہ ذکر الٰہی جاری رکھ سکے چونکہ میں زندگی کے اس مرحلہ میں داخل ہو چکا ہوں۔ جہاں اب ہدایات کا تحریری طور پر چھوڑنا ضروری ہو چکا ہے میری یہ خواہش ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میرے بعد اختلافات اور انتشار سے بچ سکے۔

۲۔ چونکہ حلقہ بحمداللہ اس وقت ہزاروں کی تعداد تک پہنچ چکا ہے اور صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں سلسلہ کے افراد موجود ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے جہاں دعا کرتا ہوں وہاں متوقع ہوں کہ میری زندگی کے بعد یہ سلسلہ پھلے پھولے گا اور اور صدیوں پر محیط ہوگا

سنت نبوی کی مکمل اتباع کرتے ہوئے صحیح العقیدہ مسلمان، صوفی، مبلغ، زندگی کے ہر شعبہ میں صابر و شاکر اور غلبۂ اسلام کے لئے کام کرنے والے افراد پیدا کرے گا۔ اس لئے اس کی مرکزیت کا قائم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

۳۔ میں نے موجودہ اور آئندہ حالات کے پیش نظر اپنی عقل و بصیرت اور تائید غیبی کی روشنی میں منارہ ضلع کے مضافات میں جگہ حاصل کرکے دارالعرفان کے نام سے مرکزِ سلسلہ کی تعمیر کا منصوبہ اپنے متوسلین کو پیش کیا۔ دارالعرفان کے لئے اراضی میرے پرانے خادم اور جان نثار شاگرد محمد اکرم اعوان ساکن سیتھی نے بطور عطیہ دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ جگہ کے حصول کے بعد مرکزِ سلسلہ کی تعمیر میرے متوسلین نے حسب توفیق عطیات دیکر شروع کر دی۔ جو آج عظیم الشان عمارت کی صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچنے والی ہے اس منصوبے میں میرے بے شمار جان نثاروں نے مالی اور جسمانی ایثار کرکے ثواب دارین حاصل کیا۔ لیکن جناب کرنل مطلوب حسین صاحب لاہور کی انتھک محنت شاقہ دارالعرفان کی تعمیر کا موجب بنی۔ میں ان کی بخشش اور ترقی درجات کے لئے دعا گو ہوں۔

۴۔ دارالعرفان منارہ کی حیثیت مرکزی ہوگی اور اس کے ذیلی مراکز تعمیر کئے جائیں اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ جو مرکز کے تابع ہوں گے۔

۵۔ چونکہ یہ سلسلہ حسب و نسب سے بالاتر اور مروجہ پیری مریدی سے ہٹ کر دینوی مفادات اور مصلحتوں سے مختلف ہے۔ اس لئے سلسلے میں میرا جانشین صرف وہی شخص ہوگا جس کی روحانی اہلیت سب سے زیادہ ہوگی۔ میں اپنی زندگی میں ملک محمد اکرم صاحب کو اپنا روحانی جانشین مقرر کرتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت سلسلہ میں میرے بعد سب سے زیادہ روحانی اہلیت وہی رکھتے ہیں جنہوں نے اپنے خلوص اور جان نثاری سے ابتک سلسلہ کے تقاضوں اور میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کیا ہے اور ہر جانشین اسی اصول پر نامزد کیا جائے گا۔ ہر جانشین اپنی زندگی میں اپنا ایسا جانشین نامزد کرے گا۔ جس کی روحانی اہلیت سب سے زیادہ ہوگی۔ جانشین کا تقرر مجلس منتظمہ کی منظوری کے تابع ہوگا۔ اگر کوئی جانشین اپنا جانشین مقرر یا نامزد کئے بغیر فوت ہو جائے یا خود جانشین برطرف کیا جائے تو اس صورت میں مجلس منتظمہ میرا جانشین نامزد کرنے کی مجاز ہوگی۔ اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ میرے بعد سلسلہ میں ہر جانشین کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل پیرا ہونا لازمی ہوگا۔ جس سے انحراف جانشینی سے محرومی کا باعث متصور ہوگا۔

ا۔ شریعت مطہرہ پر استقامت یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔

ب۔ سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع

ج۔ بدعات سے کلی اجتناب

د۔ دوام ذکر و شغل مع اللہ سبحانہ

ہ۔ اعراض عن الخلق اور رجاء من اللہ صبر توکل اور قناعت کے ساتھ۔

س - کثرت ذکر کے ساتھ مراقبات سلسلہ -

ط - سلسلہ کے اذکار و مراقبات کی حفاظت بطور امانت کرنا اور اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرے -

ع - ہر جانشین کو مجلس منتظمہ کو با اختیار تسلیم کرنا ہوگا سلسلہ کے جملہ امور کو چلانے کے لئے میں مجلس منتظمہ قائم کرتا ہوں - جس کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں -

۱ - ملک محمد اکرم اعوان ساکن سیتھی

۲ - کرنل مطلوب حسین لاہور

۳ - سید بنیاد حسین نقوی سرگودھا -

۴ - مرزا محمد احسن بیگ سیالکوٹ

۵ - امان اللہ لک گجرات

۶ - حافظ عبدالرزاق چکوال

۶ - مجلس منتظمہ - تمام سلسلہ کے جملہ امور انتظام و انصرام نظم و ضبط، اور سلسلہ کی ظاہری اور روحانی ہیئت کذائی کو قائم رکھنے کے لئے با اختیار اور ذمہ دار ہوگی - مجلس منتظمہ کے فیصلے سلسلہ کے ہر فرد پر نافذ العمل اسی طرح ہوں گے جس طرح میرے احکام کی تعمیل کرنا ضروری ہے - کیونکہ اس مجلس کی تشکیل میرے حکم سے ہو رہی ہے

مجلس منتظمہ کا انتخاب نہیں ہوگا - اسامی خالی ہونے کی صورت میں مجلس منتظمہ کی متفقہ رائے سے پُر کر لی جائے گی - جس کو میرے جانشین کی تائید حاصل ہوگی - اسی طرح یہ سلسلہ ہمیشہ رہے گا - مجلس منتظمہ کے کسی مسئلہ یا معاملہ میں اختلاف کی صورت میں روحانی جانشین کے نامزد کردہ ممبر کی رائے فیصلہ کن ہوگی - جو مجلس منتظمہ کے ارکان میں سے ہوگا -

۷ - مجلس منتظمہ روحانی جانشین کو علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی - بشرطیکہ جانشین میری مندرجہ بالا ہدایات کی خلاف ورزی کر رہا ہو -

۸ - تصوف و سلوک کے سلسلہ میں سالک اور شیخ کے درمیان روحانی معاہدہ ہوتا ہے جسے بیعت کہتے ہیں - اور شیخ جس کو اس کا اہل سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکتا ہے اسے مجاز بنا دیتا ہے - میرے مجازین صرف مجاز صحبت ہوں گے - مجاز بیعت صرف میرا روحانی جانشین ہوگا میرے مجازین مندرجہ ذیل ہیں

(۱) مولانا محمد اکرم صاحب (۲) حافظ عبدالرزاق صاحب - (۳) کرنل مطلوب حسین صاحب لاہور - (۴) سید بنیاد حسین صاحب سرگودھا (۵) مرزا محمد احسن بیگ صاحب سیالکوٹ (۶) حاجی حبیب الرحمن صاحب سیالکوٹ (۷) سید امان شاہ صاحب کوہاٹ (۸) غازی مرجان صاحب کوٹلہ کلہ (کرک) (۹) حافظ غلام قادری صاحب چکوال (۱۰) غلام محمد صاحب وال بچھران (۱۱) سید محمد حسن صاحب ٹنڈوپ (۱۲) محمد ہاشم صاحب ڈالبندین (۱۳) خان محمد صاحب ایران (۱۴) مزمل حق صاحب بنگلہ دیش (۱۵) مولانا عبدالغفور صاحب مستونگ (۱۶) مختار احمد صاحب ہنڈی کھیب (۱۷) حکیم محمد صادق صاحب جھنگ (۱۸) گوہر رحمٰن صاحب آزاد کشمیر (۱۹) اختر حسین صاحب کراچی (۲۰) مولانا غلام مصطفیٰ صاحب شنکیاری -

۹ - میں نے سلسلہ کے انتظامی امور کے لئے کرنل مطلوب حسین لاہور کی صلاحیتوں اور خدمات کے پیش نظر سلسلہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے - کرنل صاحب کے بعد مجلس منتظمہ

ناظم اعلیٰ کا تقرر کرنے کی مجاز ہوگی۔ اور اس کے اختیارات اور دائرہ کار کا تعین کرے گی۔

۱۰۔ سلسلہ کی نشر و اشاعت کا شعبہ روحانی تربیت کا حصہ ہے۔ اس پہلو کے نشو و نما اور تحفظ و بقا کے لئے ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کے تابع ماہنامہ المرشد اور جملہ تصانیف کی طباعت و اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ اس شعبے کو دارالعرفان کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ میں اپنی تمام تصانیف اور ان کے حقوق اور المرشد کو ادارے کی ملکیت میں دیتا ہوں۔ میرے کسی وارث کو حق وراثت نہ ہوگا۔

۱۱۔ ادارہ نقشبندیہ اویسیہ (شعبہ نشر و اشاعت) کی انتظامی ہیئت کذائی اس طرح ہوگی کہ میری زندگی میں میرے شاگرد اویس حافظ عبدالرزاق (چکوال) نے اس ادارے کی نشر و اشاعت اور استحکام کے لئے زندگی کا قیمتی حصہ وقف کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم عطا فرمائے ہیں حافظ عبدالرزاق صاحب کو ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کا ناظم نشر و اشاعت مقرر کرتا ہوں۔ جو تابع مجلس منتظمہ کام کریں گے۔ اور حافظ صاحب کے بعد مجلس منتظمہ موزوں آدمی کا انتخاب کرے گی۔ نشر و اشاعت کے کام کے لئے حافظ عبدالرزاق کی معاونت کے لئے ان کی زیر نگرانی اور حسب ہدایات کمیٹی نشر و اشاعت بنائی جاتی ہے۔ جس کے ارکان حسب ذیل ہیں۔ یہ کمیٹی مجلس منتظمہ کے بنیادی فیصلوں کے تابع ہوگی۔

۱۔ سید بنیاد حسین نقوی صاحب۔
۲۔ پروفیسر ریاض حسین کمال صاحب۔
۳۔ فضل اکبر صاحب۔
۴۔ حاجی الطاف احمد صاحب۔
۵۔ محمد حامد صاحب۔

۱۲۔ دارالعرفان چونکہ میرے متوسلین کی ذاتی کوشش اور قربانی سے تعمیر ہوا ہے اور اس کے ذیلی مراکز بھی اسی طرح متوسلین کی کوشش کا نتیجہ ہوں گے۔ اس لئے میرے عزیز و اقارب یا ورثاء یا میرے کسی روحانی جانشین کے ورثاء دارالعرفان یا دارالعرفان سے منسلک کسی ادارہ کی جائیداد کے وارث نہ ہوں گے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی واسطہ یا استحقاق ہوگا۔ اور یہ خالصتہً سلسلہ کے زیر انتظام اور ملکیت ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ہوگی۔

۱۳۔ تحریر ہذا کے علاوہ میرے کسی وارث یا سلسلہ کے کسی فرد کے پاس میری کوئی تحریر ہو جو تحریر ہذا سے متصادم یا اس کی کسی شق کے خلاف ہو۔ تو وہ کالعدم تصور ہوگی اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔

۱۴۔ وصیت ہذا کے لئے اسٹامپ کی خریداری اور تحریر کرنے اور اسے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری میں نے اپنے پرانے خادم امان اللہ ملک ایڈووکیٹ گجرات کے سپرد کی ہے۔

گواہ شد — مورخہ — العبد

امان اللہ ملک ایڈووکیٹ گجرات

گواہ شد

محمد حامد ایف ۳۲،
سٹیلائٹ ٹاؤن
راولپنڈی

مولوی اللہ یار خان ولد
ملک ذوالفقار قوم اعوان
سکنہ چکڑالہ ضلع میانوالی
(دستخط)

اس وصیت نامے میں حضرت شیخ المشائخ نے سلسلہ کا کوئی انتظامی یا روحانی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ شق نمبر ۵ میں حضرت نے ترمیم فرمائی جس کے مطابق ۱۹ حضرات کی فہرست المرشد میں شائع ہو چکی ہے۔

۲- اس وصیت نامہ کے علاوہ حضرت شیخ المشائخ نے مختلف اوقات میں جو ہدایت نامے ارشاد فرمائے ان میں سے ایک تحریر "خصوصی ہدایات" کے عنوان کے تحت ۳۰، اگست ۱۹۸۲ء کو لکھوائی جس کی عبارت حرف بہ حرف یہ ہے۔

خصوصی ہدایات

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس پرفتن دور میں لوگوں میں روز بروز روحانی استعداد کم ہو رہی ہے۔ نیز رفقائے حلقہ میں محنت کی کمی بھی محسوس کرتا ہوں۔ بعض رفقاء ذاتی شہرت اور نام و نمود کا رجحان رکھتے ہیں۔ اور فساد معاملات میں مبتلا ہیں بنا بریں مندرجہ ذیل خصوصی ہدایات رفقاء کی صحیح روحانی تربیت اور رہنمائی کے لئے جاری کی جا رہی ہیں۔

۱- روحانی بیعت بفضل تعالیٰ صرف میرے دائرہ اختیار میں ہے اور اس کے لئے قابلیت سنرط ہے کہ مکمل متبع شریعت اور صاحب درد حضرات کو ہی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہو سکے گی جو عموماً دوران اعتکاف یا منارہ کے سالانہ اجتماع میں مکمل چھان بین کے بعد ہوگی۔

۲- منازل بالا میرے سوا کوئی بھی کرانے کا مجاز نہیں ہے اور اگر کسی کو میرے سوا یہ منازل کرائے گئے ہوں تو یہ محض ایک خوش فہمی یا فریب نظر ہے۔ نیز مراقبات ثلاثہ سے آگے مقامات اگر میرے سوا کرائے گئے ہیں تو وہ اسے مقامات کا طے کرنا نہ سمجھے میرے مقرر کردہ صاحب مجاز حضرات مراقبات ثلاثہ اور دوائر ثلاثہ تک مقامات کرا سکتے ہیں۔ اور اپنے مقامات تک توجہ بھی دے سکتے ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کو میں آج دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک مقامات کرانے کی اجازت دیتا ہوں۔

۱- ملک محمد اکرم	۲- کرنل مطلوب حسین
۳- سید بنیاد حسین شاہ	۴- حافظ عبدالرزاق
۵- محمد احسن بیگ	۶- حافظ غلام قادری
۷- غلام محمد وان بھچراں	۸- خان محمد ایرانی
۹- مولانا عبدالغفور	۱۰- سید محمد حسن نمروب

۴- جو حضرات صاحب مجاز نہیں۔ لیکن روحانیت سے تاہنوز مشرف ہیں۔ وہ لطائف کرا سکتے ہیں۔ اور مراقبات ثلاثہ تک توجہ بھی دے سکتے ہیں اس سے آگے توجہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں بیرونی ممالک میں نامزد امیر حلقہ رفقاء کو مراقبات ثلاثہ کرانے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ خود روحانی بیعت سے مشرف ہوں۔

نیز یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ راہ سلوک میں مکمل اتباع شریعت محمدی علی صاحب الصلوۃ والسلام اخلاص اور شیخ سے قلبی تعلق اور اطاعت نہایت ضروری ہے۔

ناچیز فقیر اللہ یار خان از منارہ ۳۰ ۸/۸۲

۱۰ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

۳- لنگر مخدوم کے اجتماع میں حضرت شیخ المشائخ نے چند اعلانات فرمائے جو کیسٹ میں ریکارڈ کر لئے گئے اور جن کا کچھ حصہ المرشد میں شائع ہو چکا ہے اور بقیہ کو شائع کرنے کی حضرت نے ممانعت کر دی تھی۔ اس تقریر

میں آپ نے فرمایا۔

"وہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں میں خلفائے اربعہ کی طرز پر چار آدمی اپنے بعد مقرر کرتا ہوں۔ ملک محمد اکرم سید بنیاد حسین نقوی اور محمد احسن بیگ چوتھے کی مجھے ابھی تلاش ہے۔ یہ حضرات بالائی منازل کرانے کے مجاز ہوں گے۔ ان میں روحانی بیعت کی اجازت صرف اور صرف ملک محمد اکرم کو ہوگی۔ پھر ان کی صوابدید پر۔ باقی صاحب مجاز حضرات فنافی الرسول تک ہی منازل کرا سکیں گے۔ نیز مولانا غلام مصطفی ضلع مانسہرہ۔ مولانا عبدالغفور۔ قلات۔ غازی مرجان سید محمد حسن ژوب اور خان محمد ایرانی کو اپنی طرف سے ظاہری بیعت لینے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ ان دور دراز علاقوں میں خود جا نہیں سکتا۔

میں نے اس اعلان میں مشائخ سے مشورہ نہیں کیا۔

۴۔ ۱۰ نومبر ۱۹۸۳ء کو چکڑالہ اجتماع میں آپ نے فرمایا۔

مولانا غلام مصطفی مانسہرہ والے، مولانا عبدالغفور قلاتی اور غازی مرجان کی جگہ ملک محمد اکرم ظاہری بیعت لینے کے مجاز ہوں گے۔ فی الحال ان تین حضرات کو میری طرف سے ظاہری بیعت لینے کی اجازت نہیں۔

۵۔ ایک نصیحت کے عنوان سے ۱۲/۸/۸۴ کو حضرت شیخ المشائخ نے چند امور تحریر کرائے جن کا مقصد یہ ہے۔

۱۔ میرا مدفن چکڑالہ میں بنانا۔

چنانچہ اس کی تعمیل ہوگئی۔

۲۔ کسی ساتھی کے دماغ میں حکومت کا جنون ہو تو وہ نکال دے۔ جو میرے ساتھ متعلق ہیں۔ یا معتقدین ہیں۔ ان کو یہ چیز دنیاوی نہیں مل سکتی۔

۳۔ کوئی شخص خواہ کتنے بلند منازل والا ہو۔ مگر میرے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔ وہ قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکے گا

۴۔ اگر کسی ساتھی کو شرعی خلاف ورزی پر میں سرزنش کروں اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ہاں میرے دل میں کدورت پیدا ہو جائے تو وہ مقام سے گر جائے گا۔

۵۔ خلفاء اربعہ جو میں نے مقرر کئے ہیں، چوتھا جو دو تین سال کے بعد۔ اس میں استعداد ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ استعداد پیدا ہونے کے بعد مقرر کیا جائے گا۔ اور یہ چاروں خلفاء مساوی حقوق رکھتے ہوں گے۔

اور میں نے اس لئے یہ چار مقرر کئے ہیں کہ مجھے خطرہ ہو چکا ہے۔ میں پہلے سے خوف زدہ ہوں منظور حسین شاہ نے تباہی مچائی۔ ساری جماعت کو برباد کیا شیطان کے چنگل میں آکر۔ اس کے بعد سلیمان نے ایسا کیا۔

یہ چار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک خراب ہو جائے تو دوسرا سنبھال لے۔ دوسرا ہو تو تیسرا سنبھال لے۔ اگر تیسرا خراب ہو تو چوتھا۔

اور یہ جو میں بنیاد حسین شاہ بیگ صاحب ملک اکرم صاحب اور چوتھا آدمی جو آئے گا۔ یہ مساوی حقوق رکھتے ہوں گے۔ ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ پانچ آدمی میں نے مقرر کئے ہیں۔ مولوی غلام مصطفی اشکیاری محمد حسن فورٹ سنڈیمن۔ مولوی عبدالغفور صاحب بے نفس انسان ہیں۔ قلات والے مولوی خان محمد ایران والے۔ غازی مرجان وزیرستان کے لئے مقرر کیا ہے

ان تمام ہدایات میں بنیادی حیثیت اس وصیت نامہ کی ہے جو باضابطہ وصیت نامہ لکھوایا گیا اور جس میں تمام امور کے متعلق بنیادی پالیسی متعین کر دی گئی۔ باقی

ہدایات اُس کی تعبیر اور تفسیر ہے جو اسی بنیادی پالیسی کی روشنی میں کی گئی ہے۔ دراصل باقی ہدایات اسی وصیت کے تفسیری نکات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں نہ کوئی شق اس سے متصادم ہے۔

مثلاً:- وصیت نامہ کی شق نمبرا میں ہے کہ "میری خواہش ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میرے بعد اختلافات اور انتشار سے بچ سکے۔

شق نمبر ۲ میں ہے کہ "اس کی مرکزیت کا قائم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے"

شق نمبر ۳ میں ہے کہ "دارالعرفان منارہ کی حیثیت مرکزی ہوگی"

شق نمبر ۴ گویا شق نمبر ا اور ۲ کی عملی شکل کا وہ پہلو ہے جس کا تعلق مرکزی مقام سے ہے۔

شق نمبر ۵ میں ہے کہ میں اپنی زندگی میں ملک محمد اکرم کو اپنا روحانی جانشین مقرر کرتا ہوں یعنی مرکزیت قائم رکھنے کی دوسری تدبیر یہ ہے کہ سلسلہ کا سربراہ ایک ہو۔ چنانچہ حضرت نے ایک سربراہ مقرر فرما دیا۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ مرکزیت قائم رہ سکتی ہے نہ انتشار سے بچنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے

لنگر مخدوم والے اعلان اور ۱۲ ۴ والے ہدایت نامہ یا نصیحت نامہ میں چار آدمی مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ شق بظاہر وصیت نامہ سے متصادم نظر آتی ہے مگر حضرت نے یہ چار مقرر کرنے کی وجہ بتا کر غلط فہمی دور فرما دی۔

چنانچہ فرمایا کہ چار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک خراب ہو تو دوسرا سنبھالے اس سے یہ ظاہر ہے کہ عملاً سربراہ ایک ہی ہوگا۔ جب تک وہ ایک خراب نہیں ہوتا۔ دوسرے کے سنبھالنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور جب تک ایک خراب نہیں ہوتا۔ دوسرے تینوں اس کے معاون ہوں گے۔ اگر ان میں للہیّت ہے تو تینوں دعا کرتے رہیں گے کہ ایک جو سربراہ ہے وہ خراب نہ ہو۔ بہر حال جب تک "ایک" خراب نہیں ہوتا۔ "ایک ہی" سربراہ رہے گا۔ باقی Covering Candidate ہوں گے چاروں مساوی حقوق رکھتے ہوں گے۔ یعنی چاروں میں سربراہ بننے کی صلاحیت مساوی ہے جب "ایک" کے خراب ہونے کے بعد دوسرا آئے گا۔ تو وہ اس سے کم درجے کا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے مساوی ہوگا۔ اور اس دوسرے میں تمام صلاحیت اور وہ سارے اختیارات ہوں گے جو "ایک" میں تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان چاروں میں ایک کون ہوگا۔ جس کے خراب ہونے کے بعد دوسرا سنبھالنے کے لئے تیار رہے تو وصیت نامہ کی شق نمبر ۵ حضرت نے وہ وہ ایک مقرر کر دیا ہے۔ کہ "میں اپنی زندگی میں ملک محمد اکرم صاحب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں" اور حضرت کے اس فیصلہ کو باقی دو نے عملاً ۲ مارچ کو تسلیم کر لیا کہ حضرت کے مقرر کردہ جانشین کے ہاتھ پر بیعت کر لی اگر ایسا نہ کرتے تو یقیناً حضرت شیخ المشائخ کی مخالفت کرنے کے مرتکب ہوتے۔ اور اگر بیعت کر لینے کے بعد کسی تاویل سے اسے کالعدم تصور کرتے ہیں۔ تو یہ اقدام لفظ بیعت کے مفہوم اور بیعت کے تقاضوں کے منافی ہے کیونکہ بیعت سے مراد ہی اپنے اختیار سے دستبردار ہو کر

اس کی اطاعت کرنے کا اعلان ہے جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ بیعت کی خواہ کتنی قسمیں بنالی جائیں ان میں ایک قدر مشترک ضرور موجود ہے اور وہ ہے اطاعت۔ اگر بیعت کرنے کے بعد اعتراضات اور الزامات کا شغل اختیار کیا جائے تو بیعت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک خراب ہو جائے تو باقی دو یا تین میں سے دوسرا کون ہوگا جو یہ منصب سنبھال لے۔ تو اس کے متعلق حضرت شیخ المشائخ نے وصیت نامہ کی شق نمبر ۵ میں تدبیر بتادی کہ ہر جانشین کا تقرر مجلس منتظمہ کی منظوری کے تابع ہوگا۔

جو لوگ بیعت کر کے منحرف ہو جائیں وہ دوسروں سے کیونکر توقع رکھ سکتے ہیں کہ ان کے ہاتھ بیعت کرنے والے ان کی اطاعت کریں۔ حقوق مساوی ہونے کے معنی اگر یہ لئے جائیں کہ ایک کے خراب ہونے کے انتظار میں بیٹھنا غلط ہے بلکہ حقوق مساوی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک وہ ایک ہے جو خراب ہو یا نہ ہو سربراہ ہوگا۔ اس صورت میں وصیت نامہ کی شق نمبر ۱ کہ سلسلہ انتشار سے بچ سکے۔ اور شق نمبر ۲ اس کی مرکزیت قائم رکھنا ضروری ہے اور شق نمبر ۵ کہ میں اپنی زندگی ملک محمد اکرم کو اپنا روحانی جانشین مقرر کرتا ہوں۔ ان تینوں شقوں کی مخالفت ہے (اور ڈنکے کی چوٹ سے مخالفت ہے۔ شیخ کی صریح مخالفت کر کے شیخ کی جانشینی کا دعویٰ اور مطالبہ چہ خوب)

اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حقوق مساوی ہیں تو ہے

حضرت شیخ المشائخ کی مراد یہی ہے کہ تینوں سربراہ ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت خود اپنی تردید فرما رہے ہیں کہ ایک طرف یہ خواہش کہ سلسلہ میں انتشار پیدا نہ ہو۔ دوسری طرف یہ اقدام کہ ایک کی جگہ تین سربراہ مقرر فرما رہے ہیں۔

ایک طرف یہ تدابیر کہ مرکزیت قائم رہے دوسری یہ فرمان کہ تینوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی رائے کا پابند نہیں نہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہے کیونکہ مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی دوسرے کو نہ اپنی بات ماننے پر مجبور کر سکتا ہے نہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ مساوات میں ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایک طرف یہ فرمان کہ ایک خراب ہو تو دوسرا سنبھالے دوسری طرف یہ مراد کہ تینوں سنبھالیں۔ لہٰذا اس واضح تضاد کو حضرت کی ذات سے منسوب کرنا بڑی جرأت کا کام ہے۔ اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت شیخ المشائخ نے سلسلہ کی بقاء تحفظ اور ترقی کے لئے اس کی مرکزیت کو برقرار رکھنا ضروری سمجھا تھا۔

۲۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے دارالعرفان کو ہمیشہ کے لئے سلسلے کا مرکزی مقام قرار دیا تھا۔

۳۔ سلسلے کا سربراہ ایک مقرر فرمایا۔

۴۔ سلسلے کو خرابی سے بچانے کے لئے احتیاطی تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ دو آدمی اسی صلاحیت کے اور مقرر فرما دیے اور وجہ بتائی کہ ایک خراب ہو تو دوسرا سنبھالے

جب تک ایک خراب نہیں ہوتا دوسرے کے سنبھالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا عملاً سربراہ ایک ہی رہے گا۔

۵۔ ایک مجلس منتظمہ مقرر فرمادی جو جانشین کے نامزد کرنے کی مجاز بنادی۔

حضرت شیخ المشائخ کی خواہش اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے ساری تدابیر کے باوجود۔ اگر کوئی ساتھی اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ کے اصول پر کاربند ہونا چاہتا ہے۔ وہ عنداللہ جواب دہ ہے۔ مگر جس کے دل میں حضرت شیخ المشائخ کی خواہش کا کوئی پاس ہے تو اسے مرکز سے جدا ہونے کی جرأت نہیں ہوگی۔

جواہر ریزے

- روشنی اور دین تو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ ہمارا دین تو اب ریاکاری رہ گیا ہے۔
- قلعے خواہ وہ آسمان کے برجوں ہی میں کیوں نہ ہوں نازک اندام شریف زادوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔
- اگر تیری عقل درست ہے تو تنہائی نعمت ہے۔ دل بستگی اور دل جمعی کو انتہا انسان نما درندوں سے دوری ہے۔
- یہاں انسان ایسی صفات سے پہچانا جاتا ہے، جو اس میں نہیں ہوتیں۔
- انسانی معاملات عقل و دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں توازن ضروری ہے ان میں ارتباط پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کی طرف مائل ہونا پڑے گا، پس عقل ہمیشہ ادب خوردۂ دل ہونی چاہیئے۔
- یقین ایک طرح کا نفسی میلان ہے جو خاص خاص مؤثرات خارجی اور ذہنی کے زیر اثر انسان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پیدا ہونا دلائل پر منحصر ہے نہ علم و جہل پر۔
- یہاں انسان ایسی صفات سے پہچانا جاتا ہے، جو اس میں نہیں ہوتیں۔
- ہم اتنا بھی نہیں جانتے کہ نہیں جانتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ

بموقع سالانہ اجتماع ’مرشد آباد‘ ۱۶ سولہ اگست ۱۹۸۴ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج بفضل اللہ حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد ہمارا پہلا سالانہ اجتماع بخیر وخوبی اللہ کی رحمتیں برکتیں اور احسانات کو سمیٹتا ہوا اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ اس مبارک اور بابرکت موقع پر چند اصولی گذارشات جو میں آپ سب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور شیخ مکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روبرو خدائے علیم و خبیر کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے۔ بارگاہ رسالت پناہی میں پوری ذمہ داری کے ساتھ۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میں نے زندگی بھر نہ کبھی یہ خواہش کی تھی اور نہ کبھی سوچا ہی تھا کہ یہ منصب جلیلہ مجھ جیسے ناکارہ اور نالائق انسان کو نباہنا پڑے گا۔ لیکن یہ منجانب اللہ چیزیں ہوتی ہیں۔ چاہے تو وہ درختوں اور پتھروں سے بھی کام لے سکتا ہے جو وہ لینا چاہے۔ حضرت نے سلسلے کی خدمت سپرد فرمائی۔ سب سے پہلے آپ نے جماعت کے اکابرین کو جمع فرما کر مشورہ فرما کر، مشائخ سے مشورہ فرما کر۔ بارگاہ رسالت پناہی سے مشورہ فرما کر۔ اجازت لے کر ایک قانونی وصیت مرتب فرمائی۔ جس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سلسلہ کی رہنمائی کے لئے بنیادی اصول کے طور پر درج نہ کر دی گئی ہو۔ جیسا کہ آپ کا حکم تھا آپ کے وصال تک وہ امانت رہی۔ اب انشاء اللہ آپ آئندہ شمارے میں پوری بمع متن کے فرداً فرداً ملاحظہ فرما سکیں گے۔ اس کے بعد پچھلے اجتماع پر حضرت نے لنگر مخدوم اعلان فرما دیا جس میں آپ نے یہ خدمت مجھ ناکارہ کے ذمہ لگائی اور ساتھ سید بنیاد حسین نقوی اور میجر محمد احسن بیگ جیسے انسانوں کو بطور معاون مجھے عطا فرمایا۔ اس کے بعد مجازین کا درجہ مقرر فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے تحریراً حضرت شاہ صاحب کو بھی حضرت بیگ صاحب کو بھی مزید اجازت عطا فرمائی۔ اور آپ نے لکھ کر دیا کہ یہ دونوں حضرات فنافی الرسول میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کروا سکتے ہیں چشم ماروشن دل
ماشاد۔ لیکن ایک بات بنیادی طور پر جو حضرت نے پہلے
دن سے فرمائی اور آخری تحریر تک اس میں تحریراً بھی
فرمادیا۔ کہ جماعت کو انتشار اور افتراق سے بچایا جائے۔
اور سارا ایک سلسلے کے متعدد سلسلے نہ بن جائیں اور یہ فرمادیا کہ
یہ حضرات میں مقرر کر رہا ہوں۔ اس خیال سے انسان
بہرحال انسان ہے۔ اگر ایک شخص گر جائے تو دوسرا سنبھال
سکے۔ دوسرا گر جائے تو تیسرا سنبھال سکے یعنی تین سلسلے
بیک وقت نہ بنائے جائیں۔ بلکہ تین شخص ایسے عطا فرمادئے
کہ تینوں میں سے ہر شخص اس قابل ہے کہ وہ سلسلہ کی قیادت
کو سنبھال سکے۔ حضرت کے وصال پر جو اجتماع ہوا۔ اس پر یہ
دو حضرات میرے پاس موجود تھے اور میں یہ بات پوری
ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے انسے یہ عرض کیا تھا۔ کہ
جب حضرت نے آپ کو آپ کی اہلیت کی تصدیق فرمادی۔
آپ کو مقرر فرمادیا تو بہتر یہ ہے کہ زندگی بھر میں جماعت اور
سلسلہ کی خدمت کرتا رہوں مجھے اسی پہ رہنے دیا جائے
آپ میں سے کوئی ایک قیادت کو سنبھال لے اور میں اس
کا اسی طرح خادم رہوں گا جس طرح حضرت کا خادم تھا۔
شاید یہ اللہ کی مرضی تھی۔ شاید یہ حضرت کی کرامت تھی۔
اور یقیناً یہ حضرت کی کرامت تھی کہ آپ نے بعد از وصال
بھی پوری جماعت کو ایک نقطے پر جمع فرمادیا۔ ان دونوں
حضرات نے بھی یہ خدمت میرے ذمہ لگائی۔ انہوں نے اپنی
مرضی سے اپنی پسند سے ایثار کرتے ہوئے اپنے منصب کو
قربان کرتے ہوئے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور ساری جماعت
کو بیعت کرنے کے لئے کہا۔ یہ بیعت کیا تھی۔ اس بیعت
کا نام تھا تجدید بیعت یعنی وہ عہد جو ہم نے حضرت جی
رحمتہ اللہ سے کیا ہے۔ آپ کا خادم سمجھتے ہوئے اور آپ
کو حضرت کے اور اپنے درمیان واسطہ سمجھتے ہوئے آپ کے
ہاتھ پر وہی عہد کرتے ہیں اور اسی کی تجدید کرتے ہیں اس
کے بعد بھی مجھے حضرت نے مطلق العنان نہیں فرمایا۔ آپ کی اس
قانونی وصیت میں ایک مجلس منتظمہ موجود ہے۔ جس کے فرائض
میں سے ہے کہ اگر آپ کا روحانی جانشین ترک آداب کرے۔
خلاف شریعت کوئی حکم دے یا اپنی روش کو درست نہ کرے
تو اس مجلس کو آج بھی اختیار ہے کہ وہ حکم دے دے کہ
تم اس مقام کے اہل نہیں ہو۔ اس منصب کو چھوڑ دو۔ اور
جب تک دم میں دم ہے مجھے اس مجلس کا ہر حکم قبول ہوگا
جس کو حضرت نے اختیار دیا ہے۔ اگر کسی کو کسی بھی وقت
میرے خلاف شکایت پیدا ہو تو شکایت کا وہ ادارہ حضرت
جی نے قائم فرمادیا ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور ان کے
فرائض میں سے ہے اور کل انہوں نے خدا کے سامنے جواب
دینا ہے۔ کل انہیں میدان حشر کو سامنا کرنا ہے۔ وہ اپنی
آخرت کو۔ جماعت سلسلے کے ساتھ اپنے خلوص کو مدنظر
رکھتے ہوئے میرے ساتھ کوئی رعایت روا نہ رکھیں بعض
دوستوں نے۔ شاید میری کوتاہیوں۔ میری نالائقیوں
سے ناراض ہو کر سخت قسم کے خطوط مجھے لکھنے کی کوشش
کی ہے اور اس سختی میں وہ بہت دور تک چلے گئے ہیں
حتیٰ کہ بعض حضرات نے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔
سلام اختیار فرمایا ہے۔ یہ وہ جملہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کفار کو لکھا کرتے تھے لیکن یہ بات یاد
رہے کہ یہ فتویٰ مجھ اکیلے پر وارد نہیں ہوتا۔ یہ ایک مقا

جماعت جس میں للہیت، خلوص اس دور میں موجود ہے۔ ان میں سے جو جو شخص میرے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہے وہ سارے اس کی لپیٹ میں آتے ہیں اور میرے خیال میں یہ بہت زیادتی ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا۔

بیا ساقیا من چہ ہا مے کنم
تو دشنام وہ من دعا مے کنم

میری حیثیت ایسی ہے کہ کوئی گالی دے یا فتوے لگائیں دعا ہی کروں گا۔ لیکن اس کا صحیح طریقہ میں سب کو سمجھا دوں کہ ایسے حضرات کو چاہیئے کہ وہ مجلس منتظمہ سے متوجہ ہوں۔ وہاں میرے قصور کی نشاندہی کریں۔ ثابت فرمائیں اور انہیں اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ حکم فرمائیں اجتماع منعقد ہو اور لوگوں کو کہہ دیا جائے کہ یہ شخص نااہل ہے اور جس شخص کو بھی مجلس منتظمہ مقرر کرے گی۔ آپ سب سے پہلے میں اس کی بیعت اور اطاعت کر لوں گا۔ یہ صحیح طریقہ ہے اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ اسی طرح بعض اکابرین بعض بزرگ حضرات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ پوری جماعت میں حضرت کی زبان ہے حافظ عبدالرزاق پچیس تیس سالہ ایک ربع صدی میں جو لفظ حضرت کے قلم سے نکلا۔ جو لفظ حضرت کی زبان مبارک سے نکلا۔ وہ اس شخص کے سینے سے ہو کر ہم تک پہنچا۔ کیا آج کسی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ ان پر کیچڑ اچھالا جائے۔ یہ زیادتی ہے یہ حضرت شیخ کے ساتھ وفا نہیں ہے یہ سلوک و تصوف کا طریقہ نہیں ہے میں یہاں لوگوں کی صفائی نہیں دینا چاہتا لیکن یہ چند باتیں ضرور عرض کروں گا بعض لوگوں کو کرنل مطلوب صاحب سے رنجش ہے۔ میں ان کی حمایت نہیں کرنا چاہتا۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی سے راضی رہے یا ناراض رہے۔ لیکن بیک جنبش قلم ایک شخص کی زندگی کی خدمات کو اڑا دینا یہ درست نہیں ہے۔ میری تو مجبوری یہ تھی کہ حضرت کے وصال کے بعد مجھے مرشد آباد کی تعمیر کے لئے اس شخص کے سوا کوئی آدمی نہ مل سکا۔ جہاں آج ہم سر چھپا کر بیٹھے ہیں اس کی بھی ایک ایک اینٹ اس شخص نے لگائی ہے ٹھیک ہے وہ اچھا آدمی نہ ہوگا۔ وہ کسی کے معیار کے مطابق نیک نہ ہوگا لیکن میں نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جماعت کی ضرورت ہے اگر کسی کی موٹر خراب ہو تو وہ جھگڑا اس کے سر ہے۔ کسی کا مقدمہ ہو تو وہ مصیبت اس کے سر ہے۔ کہیں تعمیر ہو تو وہ مصیبت اس کے سر ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر جماعت کو تنظیم عطا کرنے والا وہ شخص ہے لیکن یہ سارے حضرات۔ جب میں محاسبے سے بالاتر نہیں تو حضرت حافظ صاحب کرنل صاحب اور دوسرے بھی محاسبے سے بالاتر نہیں ہیں۔ لیکن محاسبہ کیا جائے کیچڑ نہ اچھالا جائے۔ ہر شخص کو اجازت ہے کہ کوئی بھی حساب کو دیکھنا چاہے۔ سمجھنا چاہے۔ وہ کرنل صاحب سے دیکھے۔ پوچھے اور جہاں غلطی ہو وہ پکڑے اور مجھ تک لے آئے۔ میرا محاسبہ کرنا مجلس منتظمہ کے فرائض میں سے ہے اور جماعت کے ہر ہر فرد کا محاسبہ کرنا یہ میری ذمہ داری ہے جہاں اور جس کو بھی شکایت پیدا ہوا اور حق یہ ہے کہ وہ اس کو ثابت کرے اور میرے سامنے لے آئے۔ اگر قابل اصلاح ہوئی تو میں اصلاح کروں گا۔ قابل سرزنش ہوئی تو سرزنش کروں گا۔ اور اگر جرم اس قابل ہوا کہ اس شخص کو جماعت ہی سے علیحدہ کر دیں تو مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ جسم کی حفاظت کے لئے کسی انگلی کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں

لیکن قلماً نہ کاٹا جائے ایک بال بھی ضرورت کے لئے تو ایک
ٹانگ بھی کاٹی جا سکتی ہے ایک بازو بھی علیحدہ کیا جا سکتا
ہے. قلماً ایک بال بھی تراشنا جائز نہیں ہے۔ درست
نہیں ہے تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ آپ
کے فنڈز۔ آپ کے عطیات کی ہے آپ کے عطیات تین طرح
کے ہیں، ایک وہ جو آپ حضرت جی کی خدمت کے لئے حضرت
کے اہل خانہ کی خدمت کے لئے حضرت کے پسماندگان کو دیتے
ہیں۔ ان کی خدمت مجھ پر بھی اور سب پر واجب ہے. مجھے
ضرورت نہیں ہے کہ میں نے کیا خدمت کی ہے میں آپ کو
بتاؤں اور آپ کو قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ آپ مجھے بتائیں
جو شخص بھی جتنی خدمت کرتا ہے یہ اس شخص کی سعادت
ہے اس میں کسی کو جاننے کا حق حاصل نہیں اور میری یہ بات
بھی خوب غور سے سن لیں. حضرت کی حویلی کے اندر کسی شخص کو
دینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ سب حضرت کے عزیز ہیں
اور والدہ ماجدہ حیات ہیں حضرت کی اہلیہ محترمہ موجود ہیں
وہ ہماری بھی والدہ ہیں ان سب کی بھی والدہ ہیں۔ ان سب
کا کام ہے کہ ان کی اطاعت کریں اور ان کا کام ہے کہ شفقت
سے ان کو سنبھال کر رکھیں۔ میرا یا آپ کا کام حضرت کی ڈیوڑھی
پر ختم ہو جاتا ہے اس کے اندر کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے
کہ وہ مشورہ دے یا مداخلت کرے۔ دوسری قسم عطیات کی
وہ ہے۔ جو آپ اپنی مالیاتی مجلس کو دیتے ہیں۔ اس کے
اکاؤنٹ نمبر دوستوں کے پاس ہیں۔ لاہور کے بھی۔ منارہ کے
بھی چکوال کے بھی جو رقم براہ راست ان حسابات میں جاتی
ہے۔ انہیں دی جاتی ہے۔ اس کی جواب دہ آپ کی وہ مالیاتی
مجلس ہے میں نہیں ہوں، جو لوگ انہیں فنڈز مہیا کرتے ہیں۔

جماعت کی تعمیر کے لئے وہ ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور
یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس کو اختیار ہے کہ وہ اس رقم کو اپنی
صواب دید پر دارالعرفان میں خرچ کرے یا مرشد آباد میں خرچ
کرے یا اس میں سے حضرت کے خرچ کے لئے حضرت کے لنگر
کے لئے دیتی رہے تو یہ اس مجلس کی ذمہ داری ہے آپ اس
سے ہر وقت پوچھ سکتے ہیں کہ یہ رقم کہاں خرچ کی گئی۔ اس کے
لئے میں جواب دہ نہیں۔ تیسری قسم ان عطیات کی ہے جو آپ
براہ راست مجھے دیتے ہیں۔ تو میری بات بڑے غور سے۔
بڑی توجہ سے سن لیں۔ جو رقم مجھے دی جائے گی۔ میں اسے اپنی
ملکیت تصور کروں گا اور اس کے بعد کسی شخص کو کوئی جواب نہیں
دوں گا۔ یہ میری مرضی ہو گی۔ میں اسے دارالعرفان میں خرچ
کروں یہ میری پسند پر ہو گا۔ میں اسے مرشد آباد میں خرچ کروں
یہ میری پسند پر ہو گا۔ میں اسے لنگر میں ڈال دوں اور یہ
میری مرضی ہو گی۔ یہ میں آپ کھا جاؤں۔ اس لئے کوئی بھی
شخص جسے یہ بات پسند نہ ہو وہ اپنا کوئی پیسہ مجھے نہ دے
ایک بات کو یاد رکھیں۔ خدا نے مجھے یہ خدمت سونپی ہے کہ
خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو خدا آشنا کر دوں۔ تو کیا اس نے
مجھے اپنے رزق کے لئے مخلوق کا محتاج کر دیا ہے۔ اگر کسی کو
یہ غلطی لگی ہو تو وہ فنڈز روک لے۔ مجھے کسی فنڈ کی کسی عطیے
کی کوئی ضرورت نہیں، میں وہاں سے لیتا ہوں۔ جہاں سے
ساری کائنات لیتی ہے۔ میں نے کبھی حساب نہیں کیا میں
نے اعتراض کی بنا پر اس دفعہ ان لڑکوں کو کہا تھا جو لنگر
کی خدمت پر مامور ہیں کہ خرچ کا اندازہ کر لینا۔ چالیس
دنوں کا خرچ۔ ایک ہزار روپیہ یومیہ ہے کسی نے ایک
ہزار روپیہ یومیہ چندہ دیا ہے یہ صرف اس لئے عرض

رہا ہوں۔ کہ جنہیں یہ غلطی لگی ہے کہ فنڈ نہ رکھا گیا ہے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ یہ حساب آج بھی موجود ہے اور زندگی میں پہلی دفعہ میں نے یہ حساب لنگر کا رکھا ہے اور آخری دفعہ رکھا ہے نہ آج سے پہلے رکھا تھا اور نہ آئندہ کبھی رکھوں گا۔ یہ صرف تجربے کے بعد معترضین کو بتانے کے لئے کیا ہے میں نے نہیں کیا یہ ان احباب سے پوچھ لیں جنہوں نے لنگر کا انتظام کیا ہے۔ یہ وہ دیتا ہے۔ جو کائنات کا رزاق ہے۔ کسی انسان کا محتاج نہیں رکھا اس نے مجھے۔ چوتھی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس جماعت کی تعمیر ایک ایک لمحہ۔ ایک ایک ساعت اور ایک ایک پل میری نگاہوں کے سامنے ہے میں اور حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دو شخص جماعت تھے جس قدر احباب پانچ یا چار مجھ سے پختہ تھے انہوں نے انتہائی قرب حاصل کیا ہے۔ انتہائی منازل حاصل کی ہیں۔ لیکن تعمیر جماعت کا کام خدا نے ان سے نہیں لیا یہ رب کی مرضی ہے۔ جماعت کی بنیادی اینٹ اللہ نے مجھے بنایا تھا۔ اور میں وہ شخص ہوں جو آپ کے سامنے کھڑا ہوں جس نے اکیلے راتیں بسر کی ہیں حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ۔ ایک میں ہوا کرتا تھا ذکر کرنے والا ایک حضرت ہوتے تھے۔ ذکر کرانے والے۔ یہ دو شخصوں کی جماعت تھی اور اس وقت بھی حضرت باقاعدگی سے تشریف لے جاتے اُس وقت میں جنگل میں ۵ میل سڑک سے دور ڈیرے پر رہتا تھا۔ سڑک سے پیدل چل کر اس ڈیرے پر تشریف لے جاتے اور حضرت نے میرے ساتھ اُس جنگل میں شکار بھی کھیلا ہے۔ اُن جوہڑوں کا پانی پیا ہے ان پتھروں پر آرام فرمایا ہے۔ اُن درختوں اور اُن جھاڑیوں میں سے ہو کر گزرے ہیں۔ یہ ۱۹۵۹ء کی باتیں ہیں۔ آج صدی ۸۴ء پر پہنچ چکی ہے یہ ربع صدی کی بات حضرت نے اس استقامت سے نبھائی کہ میرے ڈیرے پر رہا تو وہاں اجتماع ہوتا تھا ہم دو میں سے تین ہوئے تو ملک خدا بخش ہے وہ اس بات کا گواہ ہے کہ جب اُسے حلقے میں لیا گیا تو ہم دو میں تیسرا آدمی تھا جماعت میں اس کے بعد ایسے احباب موجود ہیں۔ جو حصول توجہ کے لئے اُسی دور دراز جنگل میں اُس ڈیرے پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک سال میں ڈلوال رہا تو حضرت وہاں تشریف لے گئے اور اجتماع کو وہیں منعقد فرمایا۔ ایک سال میں نور پور مکان لے کر ٹھہرا ہوا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ یہیں اجتماع بھی رکھیں گے۔ میں نے منارہ رہائش اختیار کر لی تو حضرت نے اجتماع کو وہاں منتقل فرما دیا۔ اور ہر سال باقاعدگی سے تشریف لے جاتے رہے۔ ۵۹ء سے لیکر ۸۳ء تک کوئی سال ایسا نہیں ہے جس میں حضرت نے ناغہ فرمایا ہو۔ پھر آپ سب کے سامنے آپ نے جگہ تجویز فرمائی۔ بنیاد رکھی۔ دار العرفان کی تعمیر کا حکم دیا قبلہ درست کرایا اور شاید آپ کو یاد ہوگا۔ یہ بھی فرمایا کہ اس کی رونق بھی آخر الزمان تک قائم رہے گی۔ انشاء اللہ۔ اب اگر کسی کو اُس کی مرکزیت پر اعتماد نہ ہو۔ اُسے اعتراض ہو۔ تو وہ شخص جا سکتا ہے لیکن مجھے وہاں سے نہیں اٹھا سکتا اور یہ بھی آپ کو خوب یاد ہوگا۔ کہ حضرت جتنے پورے ملک کے دورے فرمائے۔ حج پر بھی تشریف لے گئے لیکن روحانی بیعت کے لئے ارشاد فرما دیتے تھے کہ منارہ آ جانا۔ کوئی شخص ایسا ہے جو اُٹھ کر یہ کہہ سکے کہ وہاں کے علاوہ کسی اور جگہ مجھے حضرت نے بیعت فرمایا تھا۔ آج کس منہ سے اور کس حیثیت سے میں اُسے چھوڑ دوں جب تک میرے دم میں دم ہے اگر خدا نہ کرے کوئی ایسا وقت

آئے کہ میں اکیلا رہ جاؤں تو میں اکیلا بھی، وہاں آذان کہتا رہوں گا کیونکہ دین کے لئے انبوہ کا ہونا شرط نہیں ہے حق کا ہونا شرط ہے۔ انبیاء بھی ایسے گزرے ہیں جو دنیا سے تن تنہا تشریف لے گئے۔ اہل اللہ بھی ایسے گزرے ہیں جنہیں بستیوں سے نکال دیا گیا۔ اور جنگلوں میں رہ کر اکیلے بسر کر گئے۔ بات انبوہ کے ساتھ رہنے کی نہیں ہے بات حق پر رہنے کی ہے۔ اور میرے پاس دلیل یہ ہے کہ اس چالیس روزہ دورے میں دو سو کے قریب ساتھیوں کو وہاں بیعت نصیب ہوئی ہے یہ میرا کمال نہیں ہے۔ میرے باپ کا کمال نہیں ہے۔ یہ وہی برکات ہیں۔ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ تقسیم فرماتے ہیں۔ کوئی چھین نہیں سکتا تھا آپ کے سینہ مبارک سے۔ آپ کی خلاف منشا کوئی لے جا نہیں سکتا تھا جس نے وہاں قدم رکھا حضرت نے اسے سرفراز فرمادیا۔ یہ ان کی مرضی تھی۔ انشاء اللہ اس کی مرکزی حیثیت قائم رہے گی۔ اور جب تک خدا نے مجھ سے یہ کام لینا ہے۔ روحانی بیعت ہمیشہ وہیں ہوگی۔ چونکہ یہ حضرت کا معمول ہے ساری زندگی کا یہیں جب تک زندہ ہوں تو کوئی نقطہ نہ بڑھنے دونگا۔ اور نہ اس سے کم ہونے دوں گا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود مستفید ہو سکتا ہے تو میں اسے کبھی ناپسند نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بات غور سے سن لیں کہ میں اس کی کبھی تائید بھی نہیں کروں گا۔ یہ اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہے کہ اسے حضرت نے فرمایا تو اسے کسی کی ضرورت نہیں۔ تو میرے پاس براہ راست آنا پھر وہ حضرت کے حکم کے بعد مجھ سے تائید کیوں چاہتا ہے۔ اگر کوئی مجھ سے تائید چاہتا ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ اس کے پاس حضرت کا حکم نہیں ہے۔ دھوکا دے کر مجھ سے تائید چاہتا ہے۔ کیونکہ حضرت کے حکم کو میری تائید کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایک شرط لگا رکھی ہے اس سال۔ ورنہ شیخ سلسلہ کو حق حاصل ہوتا ہے کہ جس طالب کی روح میں یہ استعداد ہو کہ بغیر کسی کی امداد کے اپنی قوت پرواز کے دربار نبوت میں حاضر ہو وہ اسے بیعت کرادے۔ خواہ اس شخص کو مشاہدہ ہوتا ہو یا نہ ہو۔ اس کے لئے شیخ کا مشاہدہ کافی ہے میں نے اس سال اس پر پابندی لگا دی ہے اس لئے صرف اُن لوگوں کو بیعت کروایا جنہیں مشاہدات نصیب ہوئے اور میں نے یہ اس لئے معیار مقرر کیا ہے۔ اور یہ چند سال تو ہے کا انشاء اللہ تاکہ کوئی جماعت سے کٹ کر کوئی علیحدہ دکان کھولے اور یہ کہے کہ میں بیعت کروا رہا ہوں تو وہ یہ بھی ان لوگوں کو نعمت عطا کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار اور زیارت بھی ہو رہی ہو۔ اگر یہ نعمت حاصل ہو جائے تو میرے جیسے ناکارہ انسان کی تائید کی کیا ضرورت ہے اور اگر کسی کو خود مشاہدہ نہ ہو تو وہ اس بات پر بے جھجک اعتماد نہ کرے کہ میری بیعت مرکز کے علاوہ کہیں ہو رہی ہے کچھ نہیں ہوگا۔ یہ میں اپنی ذات کے لئے نہیں عرض کر رہا ہوں۔ آپ کی اجتماعیت کے لئے جماعت کی مرکزیت کے لئے اور حضرت کے ارشادات کی تکمیل کے لئے عرض کر رہا ہوں اور اس سب کے بعد آج کی اسی محفل میں اور ابھی دعا ہوگی۔ یہ ہماری اختتامی دعا ہوگی۔ اس مجلس اس اجتماع کی اس سالانہ اجتماع سے اختتام کی دعا ہوگی۔ اس کے بعد حضرت نے ہر شخص کو اجازت دے دی ہے۔ کوئی قیام کرنا چاہے تو رات قیام کرے کل چلا

جائے جو جانا چاہے تو اسے اجازت ہوگی کہ دعا کے بعد تشریف لے جائے وہ لوگ جن کے ذمہ کوئی خدمت ہو۔ جنہیں یہاں کام کرنا ہو۔ کچھ احباب کو دارالعرفان بھی جانا ہے تو دعا کے بعد چائے پیئں اور اس کے بعد کرنل صاحب کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ آپ کو بتادیں۔ وہاں کون جائے گا اور ضرورت کے مطابق یہاں کون رہے گا۔ اُن لوگوں کے علاوہ باقی احباب آزاد ہونگے۔ وہ چاہیں قیام کریں۔ چاہیں تشریف لے جائیں اور اس کے بعد میں یہ چاہوں گا۔ کہ آپ حضرات کوئی بات یا کسی بات کی وضاحت پوچھنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

ہاں ایک ضروری بات حافظ صاحب نے یاد دلادی۔ اس کے بعد میری یہ کوشش ہوگی کہ ممکن حد تک میں کوئی جمعہ دارالعرفان سے قضا نہ کروں اور سارا سال کوئی بھی شخص کسی وقت دارالعرفان آنا چاہئے تو وہ وہاں آسکتا ہے تشریف لا سکتا ہے ٹھہر سکتا ہے دو دن، چار دن، جتنا وقت ہو اگر ہفتہ کے اختتام پر جو حضرات آنا چاہیں۔ تو وہ جمعرات کو آسکتے ہیں اور جمعہ پڑھ کر جا سکتے ہیں۔ پوری امکانی حد تک میں کوشش کروں گا کہ میں وہاں موجود رہوں۔ ذکر بھی کراؤں اور توجہ بھی دوں۔ اگر کسی ضرورت کے تحت مجھے وہاں سے کہیں آنا جانا ہوا تو کوئی نہ کوئی شخص ذکر کرانے کے لئے اور احباب کو سنبھالنے کے لئے موجود ہوگا۔ اس لئے پورا سال جب بھی اور جس وقت بھی کسی کو فرصت ملے وہ تشریف لا سکتا ہے

قرآن المجید — پڑھو سمجھو اور عمل کرو

قرآن شریف کا پڑھنا باعثِ ثواب اور اُس پر عمل باعثِ نجات

تم میں سب سے افضل وہ ہے

جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے

کارواں ـــــ منزل بہ منزل

(قادری)

دنیا میں انسان کو جہاں کئی جسمانی بیماریاں آگھیرتی ہیں وہاں حسد، تکبر، حرص و ہوا، خود غرضی نفاق و شرک اور خدا سے دُور کرنے والی بیشمار دوسری قلبی و روحانی بیماریاں انسان کی عاقبت کو لے بیٹھتی ہیں ۔ انہی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کے علاج اور اخلاقی خرابیوں کی اصلاح کے لیئے انبیاءِ علیہم السلام دنیا میں تشریف فرما ہوتے رہے اسی تزکیۂ نفوس کے فریضہ کو ختم رسالت کے بعد اولیائے امت سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں ۔

سیدی و مرشدی حضرت مولینا اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشن کو بڑی خوبی سے چلایا ، ہزاروں مسلمانوں کے قلوب کو توجہ الی اللہ سے منور فرمایا سینکڑوں کا رشتہ روحانی بیعت کے ذریعے اپنے ہادی و مربی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑا ۔ بھٹکی ہوئی مخلوق کو پھر رضائے الٰہی کے راستہ پر چلایا الحاد اور بے دینی کا مقابلہ کرنے کے لیئے ایک ایک فرد پر محنت فرما کر ایک اچھی خاصی جماعت تیار کرلی ۔ تربیت نفس اور تزکیۂ باطن کی خاطر دارالعرفان (منارہ) میں ہر سال چالیس روزہ ذکر و فکر کا کورس اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا خصوصی اہتمام کیا جاتا رہا ۔ دربار رسالت سے اپنی انہی کاوشوں کی قبولیت کا اشارہ پاکر آپ نے اپنی عمر گرانمایہ کا ایک ایک لمحہ اس مشن کے لیئے وقف کر رکھا تھا زندگی کے آخری حصے میں بھی بیماری اور ضعف و ناتوانی کے باوجود کراچی سے گلگت تک کا سفر سال میں ایک مرتبہ ضرور فرماتے ، سفر کی صعوبتوں کے باوجود جگہ جگہ قیام فرما کر لوگوں کو ذکر و فکر کی دولت سے فیضیاب فرماتے رہے ۔

اس سال مئی ۸۴ء کے لیئے بھی آپ کا گلگت جانے کا پروگرام مرتب کیا جا چکا تھا ۔ لیکن خدائے رحیم و کریم نے آپ کی سعی کو قبول فرما کر فروری ۸۴ء ہی میں آپ کو اس دارالامتحان سے واپس اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا ، یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ط ...... وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۔

آپ کے بعد آپ کے نائب و خلیفہ اوّل حضرت مولینا محمد اکرم صاحب نے اس فریضہ کو نبھانے کا بیڑا اٹھایا الحاد و بے دینی کے اس پُر فتن دور میں واقعی کسی مضبوط ملاح کی ضرورت ہے پروگرام کے مطابق مولینائے محترم سیالکوٹ سے کراچی تک سفر کے بعد مری سے ایوبیہ ہوتے ہوئے ایبٹ آباد تشریف لائے پھر مسجد ایبٹ آباد میں احباب آپ کے منتظر تھے ۔ کچھ دیر قیام کے بعد امیر جماعت ضلع ایبٹ آباد کے مکان پر حبیب اللہ کالونی تشریف لے گئے نماز عصر کے بعد مقامی حضرات و خواتین کے لیئے درس قرآن کا خصوصی پروگرام ہوا ۔ آپ نے نہایت دلنشین انداز میں واضح فرمایا کہ کائنات کا سارا نظام اللہ کریم نے نہایت منظم و مربوط بنایا ہے اس میں سے کوئی چیز اگر اپنی جگہ سے ، اپنی ڈیوٹی سے سرِ مو بھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو سارے کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے ، انسان بھی اسی نظام کا ایک جزو ہے احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے میں

سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے خلاف چلنے میں پریشانیاں ہیں، اضطراب اور بے چینی ہے۔

نماز مغرب اور ذکر کا پروگرام پھر مسجد میں تھا۔ حویلیاں اور گرد و نواح سے آنے والے احباب خاص تعداد میں حاضر تھے، اور شب برات کی وجہ سے بھی خاصی رونق تھی۔ نماز کے بعد خطیب صاحب نے ذکر کا اعلان کیا تو لوگوں کی ایک کثیر تعداد محفل میں شامل ہوگئی۔ امیر جماعت ضلع ایبٹ آباد نے قلبی ذکر کی اہمیت واضح کی اور طریقۂ ذکر بتاتے ہوئے کہا کہ جس طرح ٹائپ رائیٹر پر ابتداءً ایک کلرک کو کام سیکھتے ہوئے دقت پیش آتی ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کی مشق اُسے اس قابل بنا دیتی ہے کہ الفاظ کا خیال آتے ہی انگلیاں وہ الفاظ ٹائپ کر دیتی ہیں۔ بعینہٖ اللہ اللہ کی مشق اور لگن تھوڑی محنت کے بعد بندے کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ اس کا دل اور سانس حتیٰ کہ تمام اعضاء ذرا سا خیال کرتے ہی اللہ اللہ کے ورد میں جھوم اُٹھتے ہیں۔

ذکر کے بعد کافی لوگوں نے بیعت کی۔ اگلی صبح شنکیاری ضلع مانسہرہ کو روانگی ہوئی۔ رات کا قیام سَیم ڈاہلی منگ میں تھا، ہارون بادشاہ خان کے صاحبزادے گشتاسپ خان منتظر تھے۔ کھانے اور نماز ظہر سے فراغت کے بعد دریائے سِرن کے کنارے کنارے اس وادی کی سیر کا پروگرام تھا۔ مولانائے محترم اپنی جیپ خود چلا رہے تھے۔ ڈاڈر اور چھوڑی سے ہوتے ہوئے سچہ تک پہنچ گئے۔ گاؤں سچہ کے باسیوں کے کردار سے وہاں کا ماحول کچھ ایسا رُوح کش محسوس ہونے لگا کہ حساس قلب و روح کے لئے چند لمحات بھی وہاں گزارنا مشکل ہوگیا۔

کرنل بشیر قریشی صاحب کی موت کا ذکر چھیڑا کہ ان کی موت کا سبب کوئی جن تھا۔ تو سامعین حیران ہوئے لیکن حضرت نے جنات کے اس سے بھی زیادہ حیران کن واقعات بیان فرمائے، جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، آپ نے فرمایا کہ جنات کا معاملہ عجیب ہے۔ یہ کتے، سانپ اور کبھی ہوا کا رُوپ دھار لیتے ہیں، کبھی اتنے لطیف کہ کسی کو بھی دکھائی نہ دیں۔ اور کبھی ایسی کثیف صورت میں کہ ہر کوئی دیکھ لے۔ لیکن یہ معلوم کم ہی ہو کہ یہ جنات میں سے ہے۔

میجر ظفر نے کہا کہ میں نے انہیں ہر کمرے میں سانپ دکھائی دیتے تھے بہر کیف سچہ کے ماحول کو نحوست سے پُر پاتے ہوئے جلدی واپسی کی، راستے میں ایک ٹرک کے ساتھ صدر ایوب کا فوٹو دیکھ کر سیاست کی بات چل نکلی تو حضرت نے فرمایا۔ جو صدر بھی لوگوں کی توقعات پر پُورا نہ اُترے اس کے خلاف نعرے لگنے شروع ہو جاتے ہیں، رحمت بر بناشیِ اوّل کہ "پہلا کفن چور ہی بھلا تھا"، والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ صدر ضیاء الحق کا موازنہ قرنِ اوّل کے حکمرانوں سے تو نہ کیا جائے۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ کن حالات میں، کس ماحول اور کن لوگوں میں گھرے ہوئے بھی، کیا ہے۔؟

ذاتی کردار کچھ بھی، حکومت کے سٹیج سے دین کا نام تو بلند ہو رہا ہے نا؟

شام کی محفلِ ذکر شم (ہارون بادشاہ کا گاؤں) میں ہوئی۔ شنکیاری، بفہ، ایبٹ آباد، مظفر آباد سے احباب کافی تعداد میں آچکے تھے، حضرت نے اپنے بیان میں ذکر و عبادت کہ یہ قلب و روح کی دوا اور غذا ہیں، کبھی تو استغفار دوا بن جاتا ہے اور کبھی ذکر۔ اس موضوع پر

خوب روشنی ڈالی اور سادہ انداز میں ذکر کی اہمیت واضح کی۔

۱۵ جون ۱۹۸۴ء جمعہ کی صبح کو حویلیاں پیر سید محمود شاہ کے ہاں بیان کا پروگرام جناب قاری خوشی محمد صاحب کی وساطت سے بنا ہوا تھا۔ حضرت مولینائے محترم، حافظ غلام جیلانی صاحب۔ کرنل علی احمد کی معیت میں آستانہ محبوب آباد حویلیاں پہنچے تو فضا اللہ ہُو کی روح پرور صداؤں سے گونج اٹھی۔ یہ منظر بھی عجیب پُرکیف تھا۔ بعض احباب کو خاصا اچنبھا ہوا کہ ذکر خفی اور ذکر جلی والوں کا اجتماع !! کیسا۔ قران السعدین ہوا ؟؟

کوئی گھنٹہ سوا گھنٹہ حضرت نے حیات انبیاءؑ اور نفس و روح پر نہایت دلنشین بیان فرمایا، ہر طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوتے رہے، چونکہ حضرت نے نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد شنکیاری میں خطاب کرنا تھا لہٰذا جلد ہی واپسی ہوئی۔

مرکزی جامع مسجد شنکیاری میں خطیب مفتی محمد نعیم عثمانی صاحب نے حضرت کا مختصر سا تعارف کرایا۔ پھر حضرت نے خطبۂ مسنونہ کے بعد آیۃ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ... اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تلاوت فرما کر بڑے ہی پیارے بلکہ نئے انداز میں حدیث کی حجیت کے اسرار و رموز بیان فرمائے۔ چونکہ یہ مکمل خطبہ المرشد جون ۱۹۸۴ء کے شمارے میں "موانعات کفر" کے عنوان کے تحت شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے یہاں مختصراً خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا کفار کے ساتھ معاملات کی حد تک تعلق درست ہے لیکن قلبی تعلق اور الفت و محبت کے رشتے ممنوع ہیں کیونکہ دلی تعلق کی وجہ سے کافر مومن کو

دین حق کی بجائے کفر کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ مومن پر اللہ کریم کا بے حد کرم ہے کہ زمین پر بستے ہوئے عرش الٰہی سے اللہ کی طرف سے پیغامات و ہدایات وصول کرکے اپنے تعلق کو براہ راست احکم الحاکمین سے استوار کر لیتا ہے۔ کفر سے بچنے کا دوسرا ذریعہ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ، اگر کسی انسان کی بات ہی ماننی ہے تو پھر آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چھوڑ کر کسی دوسرے کے پیچھے چلنا کیا معنی ؟؟ فرمایا مومن کو ایمان پر قائم رکھنے کے دو ہی ذرائع ہیں ..... قرآن اور اللہ کا رسول ﷺ

فجاء محمد سراجاً منیرًا - فصلوا علیه کثیرًا کثیرًا

قرآن اور سنت کے لازمی تعلق پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر قرآن سے اسوۂ رسول ﷺ کو علیحدہ کر دیا جائے اور لغت عرب اور محاورات وغیرہ پر ہی اعتماد کر لیا جائے تو پھر ہر شخص کا اپنا علیحدہ قرآن ہو گا کیونکہ لغت اور محاورات کے اعتبار سے ایک ایک لفظ اور جملہ کے دسیوں معنی ہو سکتے ہیں خود قرآن کا فرمان ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ، گویا تبیین فرائض نبوت میں سے ہے۔ عرب خود تو قرآن کا مفہوم سمجھنے میں حضور ﷺ کی ذات گرامی کے محتاج تھے لیکن آج پنجابی سے ناواقف اردو ادب سے ناآشنا حضرات عربی ادب کا دعویٰ لے کر خود ہی قرآن کو نئی نئی تفاسیر و تعبیرات کے جامے پہنا رہے ہیں۔ بعض متجدد حضرات کہتے ہیں کہ جب تورات و انجیل کو لوگوں نے بدل دیا تو احادیث بھلا کہاں صحیح چھوڑی ہوں گی، حالانکہ یہ ان کی بھول ہے، حدیث قرآن کی صحیح تفسیر اور واضح مفہوم ہے اس لیے قرآن کی طرح حدیث کی حفاظت بھی وعدۂ خداوندی

میں شامل ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ حدیث کی حفاظت کے لیئے علمائے امت نے کتنے علوم مدوّن فرمائے خصوصًا اسمائے رجال۔ اور پھر حضورؐ کی زندگی بھر کے واقعات بلکہ واقعات کی جزئیات اور الفاظ تک نہ صرف صحیفوں میں بلکہ سینوں میں بھی محفوظ کر لیئے گئے دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رہا فروعی اختلافات اور تعبیرات کا معاملہ؟ تو نگینے اور ہیرے کو گھڑنے اور رگڑنے سے جتنے زیادہ کنارے اور جتنے پہلو بنیں گے اس کی قیمت گھٹتی نہیں بڑھتی ہے۔ احادیث کے سلسلہ میں تحقیق اور ریسرچ کا یہی حال ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

حضورؐ نے قرآن مقدس کے صرف مطالب و معانی ہی متعین نہیں فرمائے بلکہ اس کے مطابق عملاً ایک مثالی معاشرہ کی تعمیر فرما کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا، قیامت تک آنے والوں کے لیئے آپ کے تربیت یافتہ ساتھی نمونہ بنا دیئے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال اور ایمان کی تصدیق فرمائی اور فرمایا۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا! یعنی اگر کسی کا ایمان صحابہؓ کے ایمان کی مثل ہے تو وہ شخص ہدایت پا گیا ورنہ گمراہی میں پڑ کر تباہ ہو گیا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹھونک بجا کر دیکھ لیا ہے اللہ ہم سب کو ان برگزیدہ انعام یافتہ ہستیوں کی تقلید نصیب فرمائے۔

اس قافلے کے دو ساتھی جناب کرنل مطلوب صاحب اور حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب پنڈی کسی کام کی وجہ سے بچھڑ گئے تھے۔ نماز جمعہ سے قبل یہ لوگ بھی شنکیاری آ پہنچے۔ کہتے ہیں روح کا بدن پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ روح کی رفتار بہت تیز ہے، جناب کرنل صاحب کے بدن پر رُوح کی رفتار کا اثر اس قدر ہے کہ طویل فاصلے بڑی سرعت سے طے کرتے ہیں۔ گزشتہ چند مہینوں میں لاہور سے دارالعرفان مرشد آباد۔ اسلام آباد کے چھ چکر اوسطاً ہر ماہ لگاتے رہے ہیں، آج صبح بھی لاہور سے شنکیاری تک کا سفر پانچ گھنٹوں میں طے کر کے آئے، ٹھہرے نماز جمعہ ادا کی اور پھر واپس لاہور، پھر پنڈی سے بذریعہ ہوائی جہاز گلگت واپسی سڑک کے راستے گلگت سے منارہ۔ صبح چکڑالہ وہاں سے پنڈی اور پھر لاہور، پنڈی سے لاہور کا پانچ گھنٹے کا سفر عموماً تین ہی گھنٹے میں طے کرتے ہیں، ۵۵ سال کی عمر میں اسے ان کی ہمت کہیے یا کرامت!!

حضرت اپنی جیپ خود ہی چلاتے پاک چین سرحد، خنجراب تک گئے۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۴ء کو واپسی پر دوبارہ ہشم والوں کے اصرار پر یہیں قیام ہوا۔ لیکن ذکر و بیان کی محفل شنکیاری کی جامع مسجد میں منعقد ہوئی۔ حضرت کے بیان کے بعد حضرت حافظ صاحب نے ذکر کی اہمیت کرنے کے فوائد اور نہ کرنے والوں کی سزا بڑے ناصحانہ انداز میں بیان کی، ۲۵ مئی بروز جمعہ صبح راولپنڈی کو روانگی ہوئی جہاں نماز جمعہ کا پروگرام تھا۔

اللہ وحدہٗ لاشریک دین کی خدمت کے لیئے ہم سب کو قبول فرمائے، جذبۂ کامل اور ہمت مجاہدانہ سے نوازے نیک لوگوں کی صحبت ملے دونوں جہان میں مستفیض فرمائے۔ آمین

از الحاج شیخ محمد حبیب الرحمن

پیغامِ بیتُ اللہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ، کی تخلیق کا شاہکار انسان ہے لہٰذا خالقِ کائنات نے انسانوں کی صحیح خطوط پر پرورش نشوونما، حفاظت اور ترقی کرنے، صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے اور حیاتِ ابدی کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے، ہدایت اصلاح اور فلاح کا ایک جامع اور مربوط نظام مقرر فرمایا۔ یہ نظام اور ضابطہ حیات "دین اسلام" ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ سبحانہ نے اس مقصد کے لئے جلیل القدر پیغمبر مبعوث فرمائے۔ مقدس کتابیں نازل کیں اور وحدتِ انسانیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک مرکزِ ہدایت بھی عطا فرمایا۔ یہ عظیم الشان مرکزِ ہدایت "کعبۃ اللہ" ہے یہ ایک عظیم اور باوقار عبادت گاہ ہی نہیں بلکہ ایک پرجلال مرکز تجلیاتِ باری تعالیٰ بھی ہے۔ خود رب کریم نے اپنی مقدس کتاب میں اس کا ذکر بڑے شاندار انداز میں فرمایا ہے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

بیشک سب سے پہلا عبادت خانہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بنایا۔ وہ کعبہ ہے جو مکہ میں ہے وہ اہل عالم کے لئے باعثِ برکت و ہدایت ہے (سورۂ آلِ عمران)

نیز ارشاد فرمایا۔

اس میں برکت اور ہدایت کی بہت سی نشانیاں ہیں، جیسے مقامِ ابراہیمؑ۔ اور فرمایا۔ "وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا" یعنی جو کعبۃ اللہ میں داخل ہوگیا وہ امن میں آگیا۔ معلوم ہوا کہ حج بیت اللہ امنِ عالم کے لئے ایک عظیم پیغام کی حیثیت رکھتا ہے اس کا مرکزی نقطہ عقیدۂ توحید ہے۔

قرآن کریم میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ جب رب کریم نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو ملائکہ نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کیا تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو وہاں فساد اور خونریزی کرے گا۔ حالانکہ ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اور ہم تیرے ہر حکم کی اطاعت کرتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ سن کر اللہ جل شانہ، نے فرمایا تھا کہ اے ملائکہ جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جواب پاکر فرشتوں کو احساس ہوا کہ ہم نے جو جواب دیا تھا وہ تو سراسر نافرمانی ہے اور وہ تو معصیت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و خوشنودی کی طلب میں ملائکہ عرشِ الٰہی کے گرد لپٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائی اور عرش کے نیچے نور کے چار ستونوں پر ایک گھر بنایا اور ملائکہ کو حکم دیا کہ عرش کو چھوڑ دو اور اس گھر کا طواف کرو۔ ملائکہ نے اس کا طواف شروع کر دیا اس گھر کو "بیت المعمور" کہتے ہیں۔ یہ ساتویں آسمان پر ہے

اسی طرح جب سیدنا حضرت آدم علیہ اسلام سے خطا ہوئی تو آپ نے بھی فرشتوں کی طرح اس گھر کا طواف کیا اور معافی کے طلب گار ہوئے۔ جب ان کی خطا بھی معاف کر دی گئی تو سیدنا حضرت آدم علیہ اسلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ میری اولاد کو بھی بخشش دیجئے۔ اللہ تبارک وتعالٰے نے فرمایا کہ تمہاری اولاد میں سے جو گنہگار یہاں آکر توبہ کرے گا تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور ان سے اسی طرح راضی ہو جاؤں گا جس طرح فرشتوں سے راضی ہو گیا۔

چنانچہ روایت ہے کہ ملائکہ نے موجودہ بیت اللہ کی جگہ پر بیت المعمور کی طرح ایک گھر بنایا جو طوفان نوح ؑ تک قائم اور پھر منہدم ہو گیا۔ پھر بحکم الٰہی سیدنا حضرت ابراہیم السلام نے اس گھر کی بنیاد پر "بیت اللہ" دوبارہ تعمیر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ طواف بیت اللہ گناہوں سے توبہ کرنے اور اپنے رب کو راضی کرنے کا مقبول ترین طریقہ اور پسندیدہ عبادت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے اللہ کے گھر کا ارادہ کیا اور اس میں بدکلامی اور اللہ تعالٰی کی نافرمانی سے باز رہا وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوگا جیسے بچہ پیدائش کے وقت ہوگا"۔ وللہ علی الناس حج البیت الخ

چنانچہ کعبۃ اللہ کی زیارت سے مستفیض ہونے کے لئے عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ جانا فرض قرار دے دیا گیا۔ ارشاد رب العلمین ہے "وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا"

یعنی حج بیت اللہ اس شخص پر فرض کیا گیا جس کو اللہ نے وہاں کا سفر کرنے کی استطاعت اور طاقت عطا فرمائی ہے لیکن اگر کوئی شخص اس پر قادر ہونے کے باوجود حج بیت اللہ کے لئے نہ جائے تو اللہ جل جلالہ نے اس پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین" یعنی جو اس حکم کو نہ بجالائے تو اللہ کو ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں۔ دراصل حج بیت اللہ پر نہ جانا کفران نعمت ہے اس لئے باعث رحمت سے محرومی کے علاوہ "سوء خاتمہ" کا بھی اندیشہ ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ "جس کسی کو اللہ تعالٰے نے اس قدر مال دیا ہے کہ وہ حج کر سکے لیکن اس کے باوجود وہ حج نہ کرے، تو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی"

اسی لئے رسول کریم ؐ نے فرمایا: "اے لوگو! تم حج اور عمرہ کرتے رہو، کیونکہ یہ دونوں گناہوں کو اس طرح دھو دیتے ہیں جس طرح پانی گندگی کو صاف کر دیتا ہے اور یہ دونوں مفلسی اور محتاجی کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے آگ زنگ آلود لوہے کو صاف کر دیتی ہے"۔

آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "حج اور عمرہ کے لئے جانے والے اللہ کی جماعت ہیں یہ اگر اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اور اگر مغفرت مانگیں تو ان کو بخشش دیتا ہے"۔

حج بیت اللہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں" (مسلم و بخاری) اور حج پر نہ جانے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جب میری امت بیت اللہ کی زیارت کرنا چھوڑ دے گی

تو عذابِ الٰہی سے نہ بچ سکے گی"۔

ان ہی فضائل کے سبب جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر ثانی سے فارغ ہوئے تو آپ کو بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا کہ "لوگوں میں اعلان عام کر دیا جائے کہ وہ اس بیت اللہ کے حج کرنے کے لئے پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز کی مسافت طے کرکے آئیں"۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے پکارا اور حاجیوں کا تلبیہ یعنی لبیک اللھم لبیک اسی پکار کا جواب ہے۔

افسوس ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی لوگوں نے نئے نئے بت تراش لئے ہیں اور انانیت پرستی بھی بدل ڈالا ہے۔ انسان کے سامنے آج کتنی طاقتیں ہیں جو اپنے آپ کو فرعون کی طرح "انا ربکم الاعلیٰ" منوانے پر مصر ہیں وطنیت قومیت النسل پرستی، جذبۂ حکمرانی، ہنگامہ خیز انقلابی اور ملحدانہ نظریات، صنعتی، تکنیکی اور فوجی برتری کا جنون، نفسانی خواہشات پر مبنی گمراہ کن ثقافتی تقاضے، نت نئے اخلاق سوز فیشن موجودہ زمانے کے کچھ نئے بت ہیں۔

دین اسلام کے پانچ اہم ارکان میں حج ایسی عبادت ہے جو ان ساری عبادات کے ساتھ امن و سلامتی کی حکمتوں تمدن و معاشرت کی مصلحتوں۔ اخوت و مساوات اور ایثار و قربانی کی قوتوں اور تزکیہ نفس کا پیغام اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے یہ پورے دین اسلام کا ایک جامع آئینہ ہے اس کے ہر ہر رکن میں عجیب والہانہ شیفتگی پائی جاتی ہے جس سے انسان کے جذبہ عشق کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ دیار محبوب میں میلے کچیلے دو ان سلی چادروں میں لپٹے اپنے رب کی بزرگی اور وحدانیت کی تکبیریں بلند کرنا بیت اللہ کا دیوانہ وار طواف، صفا و مروہ میں دوڑنا بھاگنا اور میدان عرفات میں عمر رفتہ کی کوتاہیوں اور سیہ کاریوں کا اقرار اور احساس ندامت اور مغفرت کے لئے آنسوؤں کی زبان سے التجا و فریاد یہ سب کیا ہے؟ یہ جذبۂ عشق اور وارفتگی کا اظہار ہی تو ہے۔ درحقیقت یہی مدہوشی اور محویت ہی اس عظیم عبادت کی اصل روح ہے۔

اس کے برعکس تمدن دور حاضر ایک وسیع بت خانہ ہے۔ جس کا صنم نمرود بت کا مظہر ہے۔ علامہ اقبال نے صحیح کہا تھا کہ ؎

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

چنانچہ اس صنم خانے کے بتوں سے نجات پانے کی واحد صورت یہ ہے کہ بڑائی اور آقائی کے ہر چھوٹے علمبردار پر "اللہ اکبر" کے عقیدہ توحید کا نشتر چلایا جائے اور پکار اٹھے کہ "میری نماز میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العلمین کے لئے ہے" اس تکبیر کا حاصل ہی تسلیم و رضا ہے۔

اس پیغام کے اور بھی کئی پہلو ہیں۔ دنیوی حیثیت قطع نظر ہر شخص خواہ بادشاہ ہو یا فقیر، آقا ہو یا غلام عربی ہو عجمی، گورا ہو یا کالا اور دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتا ہو کسی امتیاز کے بغیر ایک جیسی دو سادہ چادروں میں ملبوس ہوتا ہے انسانی مساوات اور عالمی اخوت کے اظہار کے لئے انسانیت کو اس سے بہتر لباس آج تک نہ مل سکا۔

یہ خاکساری کا بھی فطری اور بھرپور اظہار ہے یہاں

معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً انسان اپنے تمام ناتوں کو توڑ کر انتہائی عاجزی کے ساتھ محض روحانیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے خالق و مالک کی رضاجوئی کے لئے اس کی بارگاہ صمدیت میں حاضر ہوا ہے۔

اسی طرح مسلک قربانی کے پہلو پر غور کیجئے۔ بظاہر یہ ایک جانور کی قربانی ہے مگر درحقیقت راہ مولا میں جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان پر ثابت قدم رہنے کا یہ ایک پختہ عہد اور عزم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے اولوالعزم پیغمبر اور دین خالص کے علمبردار تھے۔ قوم ان کی راہ میں مزاحم ہوئی۔ وقت کا اقتدار اُن کو کچلنے کے درپے ہوا۔ آپ نے وطن کو خیرباد کہہ دیا، رشتہ داریوں اور محبتوں کی پرواہ نہ کی اور جب رب العلمین کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنی چہیتی بیوی اور سالہا سال کی دعاؤں سے پیدا ہونے والے جگر گوشے ننھے اور معصوم بیٹے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ تو آپ نے اِس حکم کی تعمیل میں ذرا تامل نہ کیا۔ اسی طرح جب نمرود نے آپ کو بھڑکتے الاؤ میں ڈال دینے کا حکم دے دیا تو آپ اپنی جرأت ایمانی سے اس میں بھی بے خوف و خطر کود پڑے، مگر اپنے مشن سے باز نہ آئے۔

یہ قربانیاں اس امر کی علامت ہیں کہ دین حق پر چلنا اور اس کی خاطر ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ وحدہ لا شریک کا ہو رہنا۔ ایمان کا گویا تقاضا ہے یہی وجہ ہے کہ جانور کی قربانی دیتے وقت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہی دہرائی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ "میری نماز میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔"

دراصل ایسی ہی سخت آزمائشوں سے گذر کر ہی ملّت ابراہیمؑ امامت اور قیادت کے منصب پر سرفراز ہو سکتی ہے۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

ضروری اطلاع

لنگر مخدوم کا اجتماع ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء جمعرات سے ۱۳ر اکتوبر ہفتہ تک ہے۔ احباب سرگودھا سے ۱۱ر اکتوبر (ڈیرہ اعوان) جان محمد والہ ملک غلام محمد کے ڈیرہ پر صبح پہنچ جائیں۔ وہاں سے آگے جانے کے لئے بس تیار ملے گی۔

فقط ناظم اعلیٰ

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255